نرگسِ جمال

مارس میٹرلنک کے مشہور ڈرامہ
"جائیزل" کا شُستہ و رُفتہ ترجمہ

از

جناب شاہد احمد بی۔اے (آنرز) دہلوی
ایڈیٹر رسالہ ساقی دہلی

مطبوعہ دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی۔

طبع اوّل۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

انتساب

میں اپنی اِس حقیر ادبی کاوش کو اپنے بہترین دوست سید انصار ناصری بی۔اے دہلوی کے نام سے منسوب کرتا ہوں، جنکی ہم جلیسی میرے لئے فی الحقیقت "جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد" کی صادق و مکمل مثال ہے۔ اِسلیئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتساب اظہارِ ممنونیت کے علاوہ ادائے سپاس کا بھی عملاً ایک موزوں پیرایہ ہو گا۔

شاہد

تعارف

ارسطو کے قول کے مطابق نقالی انسان کی جبلت میں داخل ہے۔ اس حقیقت کا احساس نہ ہو یہ دوسری بات ہے۔ تاہم غور کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابتدائے آفرینش سے اس فنِ لطیف کی نشو و نما انسان کی فطرت میں ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج متمدن دنیا رواجِ قومی کی اصلاح اور تزکیۂ اخلاق و احساسات کے لئے اسکو بہترین ذریعہ تصور کرتی ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ بدقسمت ہندوستان جہاں اور اصنافِ فن میں دیگر ممالک سے پیچھے ہے ڈرامہ میں بھی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ اس ابتذال کی ذمہ داری ڈرامہ نویس سے زیادہ تھیٹریکل کمپنیوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو تھیٹر کے قوانین وضع کرتی ہیں۔ البتہ ڈرامہ نویس اس لحاظ سے موردِ الزام ٹھہرائے جاسکتے ہیں کہ وہ اپنے ادبی کارنامے سوقیانہ مذاق رکھنے والی کمپنیوں کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ فی زمانہ تھیٹر ایک عالمگیر تجارتی مشغلہ بن گیا ہے اور ان کے سرپرست کبھی یہ گوارا نہیں کرینگے کہ ذاتی منفعت کو ضائع کرکے ڈرامہ کے اصلاحی پہلوؤں پر غور کریں۔ پیشِ نظر ڈرامہ۔ نرگس جمال محض ادبی خدمات کو ملحوظ رکھکر سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ اور مترجم کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ اسکو کسی اسٹیج پر پیش کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر قسم کے رطب و یابس سے منزہ اور پاک ہے۔ رکیک خیالات

کہ وہ حضرات جنکو لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد جیسے فرسودہ اور مُتبذل ڈراموں میں سامانِ دلبستگی نصیب ہوجاتا ہے اسکے مطالعہ سے لطف اندوز نہ ہوں تو شاہد صاحب اسکے ذمہ دار نہیں ہیں تاہم مذاقِ سلیم رکھنے والوں سے داد و تحسین حاصل کرنے کے مستحق ضرور ہیں، نرگس جمال کو صرف اس وجہ سے ترجمہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ابتدائی حالت میں بلجیم کے ادبیات میں شامل ہے مگر جہانتک محاسنِ ادبی کا تعلق ہے اسکو طبعزاد کے نام سے موسوم کردینا بھی خلافِ انصاف نہیں۔ ورنہ شاہد صاحب کی کاوشیں شکوہ کئے بغیر نہ رہیں گی۔ یہ پلاٹ بہت سے ڈرامہ نویسوں کے زیرِ قلم رہا مگر مارس میٹرلنک کو سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی کیونکہ نفسیات کے دقیق مسائل کو مفروضہ انسانی ناموں کے پردہ میں پیش کردینا اسکے لئے بہت آسان تھا۔ تقدیر کی کرشمہ سازی کہ بہترین اسلوبِ بیان کے ساتھ رقم کرنے کی بنا پر وہ نوبل پرائز کا مستحق ہوگیا۔ نرگس جمال میں روحی کا کردار بظاہر مہمل معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ کسیقدر غیر فطری ہے۔ مگر جب ڈرامہ کی وسیع دنیا میں فرضی پلاٹ اور کردار پیش کئے جاسکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک تخیلی ہستی سے اجتناب کیا جائے۔ اگر انسان کا ہمزاد بھی بذاتِ خود کوئی مادی شکل اختیار کرنے کا اہل ہوتا تو روحی (ایریل) کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا۔ اسکو ضمیر کی متشکل آواز سمجھنا چاہئیے۔

ایک معیاری تمثیل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پلاٹ میں ہر جگہ ڈرامیائی کشمکش اور حیرت آمیز انتظار موجود ہو۔

نرگس جمال کا مطالعہ کرنے والے اِن ہر دو عناصر کو اچھی طرح محسوس کرلینگے،

مجھے اِن محدود صفحات میں اجمالی نظر ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔تاہم نفسِ مضمون کے متعلق اتنا ضرور کہونگا کہ مُصنّف نے محبت کی الوہیت اور شعریت کو معراجِ کمال پر دکھا کر ڈرامہ کو غیر فانی بنا دیا ہے۔

ترجمہ میں اصل کی ساری خوبیاں تو منتقل نہیں کی جا سکتیں تاہم شاہد صاحب نے سعی و کاوش سے بڑی حد تک اُنہیں برقرار رکھا ہے۔بعض جگہ مترجم کا قلم مُصنّف کے قلم سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔لیکن اِس خوبی کے ساتھ کہ سُونے پر سُہاگہ کا کام کر گیا ہے۔مجھے اُمید ہے کہ یہ ترجمہ اُردو زبان کے بہترین تراجم میں شمار کیا جائے گا۔

فضلِ حق قریشی دہلوی

احوالِ واقعی

ترجمہ کی دشواریاں اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ایک زبان کے خیال کو دوسری زبان میں اس طرح ادا کرنا کہ اسکی جملہ خوبیاں برقرار رہیں ناممکن سمجھا گیا ہے۔ اس ترجمہ میں میں نے کوشش کی ہے کہ مصنّف کا طرزِ بیان ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ الفاظ کی پابندی بھی زیادہ سے زیادہ کی ہے لیکن جہاں لفظی ترجمے سے مہمل جملوں کا خطرہ دیکھا وہاں ادائے خیال کا لحاظ رکھا ہے یا حذف و اضافہ سے کام لیا ہے اسپر بھی اکثر غیر مانوس جملے آپکو نظر آئینگے۔ یہ امر مجبوری ہے۔ شاید یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ ایسی مجبوری میں ترجمہ کرنے کی سرے سے ضرورت ہی کیا تھی ؟ تو جواب یہ ہے کہ جب تک دانایانِ فرنگ کے عمدہ خیالات سے استفادہ نہیں کیا جائیگا اور جب تک اُن خاص طرزوں کو اپنی زبان میں بھی مروّج نہیں کیا جائے گا جو مغربی لٹریچر میں اہمیتِ خاص رکھتی ہیں ہماری زبان ترقی نہیں کر سکتی۔ تراجم کی مفید حیثیت کا اندازہ اِسی سے کر لیجئے کہ اُردو نے جو کچھ سرمایہ جمع کیا ہے اور اس میں جو روزانہ اضافہ ہو رہا ہے سب ترجموں ہی کی بدولت ہے۔ خواہ یہ تراجم کسی زبان ہی کے کیوں نہ ہوں۔ تعمیرِ اُردو میں تراجم کو جو اہمیت حاصل ہے طبعزاد کو نہیں۔

نرگسِ جمال بلجیم کے مشہور ڈرامیسٹ مارس میٹرلنک کی تمثیل "جائیزل" (ـــــ ع ک ک ع ح ر ہ ت ر) کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈرامہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے

اُردو لٹریچر میں ایک نئی چیز ہوگا اور یہی خیال تھا جس نے مجھے اُردو کے قالب میں اِسے ڈھالنے پر آمادہ کیا۔ اگر خوش مذاق قارئین اسکے مطالعہ سے محظوظ ہونگے تو میں سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اِس ترجمہ میں کوئی غلطی نہیں۔ جب اپنی مادری زبان میں غلطیاں ہوجاتی ہیں تو زبان غیر کا تو ذکر ہی کیا۔ اِس لئے میں ممنون ہونگا اگر اُن اغلاط سے مجھے آگاہ کردیا جائے تاکہ دوسرے ایڈیشن میں مناسب ترمیم و تنسیخ ہوجائے۔

دہلی
۱۴ ستمبر ۳۳ء

"شاہد"

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی
حیدرآباد دکن

"نرگسِ جمال!"

افرادِ تمثیل

شہاب۔

سُہیل۔ شہاب کا بیٹا۔

نرگس جمال۔

روحی۔ شہاب کی مُتشکل نادر استعدادِ روحانی، جو اوروں کو نظر نہیں آتی۔

مقام۔ جزیرہ شہاب۔

مجلسِ اوّل

۸۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ اوّل

مقام: شہاب کے محل میں ایک بارہ دری۔

وقت: شب۔

(زینہ کی مرمریں سیڑھیوں پر روحی محوِ خواب ہے شہاب اُسکے قریب بیٹھا ہے)

شہاب۔ تُو خُفتہ ہے، میری روحی .... میرے جوہرِ لطیف! وہ قوّت جو ہر انسان کی روح میں خوابیدہ ہے، اور جسے اب تک صرف میں ہی جب چاہتا ہوں جگا لیتا ہوں ..... تو سو رہی ہے، میری فرمانبردار و محبوب ننھّی پری، اور تیرے موئے پریشاں اُس نیلی کہر کی طرح پھیلے ہوتے جو شب کی خوشبوؤں،

ستاروں کی کرنوں، گلاب کے ورق اندا خستہ پھولوں اور بسیط آسمان کو چاندنی غیر محسوس طور پر آمیز کر دیتی ہے، یہ جتانے کے لئے کہ ذی وجود اشیا سے ہمیں کوئی چیز جدا نہیں کرتی، اور یہ کہ ہمارا تخیّل یہ نہیں جانتا کہ اُس نور کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے جسکے حصول کی اُسے آس ہے۔ اور نہ یہ جانتا ہے کہ اُس سایہ کی انتہا کہاں ہوتی ہے جس سے وہ اجتناب کرتا ہے ...... تو گہری نیند سو رہی ہے، اور جب تو خوابِ نوشیں میں محو ہوتی ہے تو میں اپنے فہم و ادراک کو کھو بیٹھتا ہوں اور اندھا ہو جاتا ہوں۔ اپنے اُن ہمجنسوں کی طرح جو اب تک یہ نہیں جانتے کہ اِس دُنیا میں اُتنی ہی پوشیدہ قوّتیں ہیں جتنے کہ دھڑکنے والے دل۔ افسوس! اُن کے لئے میں ایک لائقِ اجتناب جوہرِ قابل ہوں ــــ بدشعار جادوگر جسنے اُن کے دشمنوں کے ساتھ سمجھوتا کر رکھا ہے .... ان کے دشمنوں کا کوئی وجود نہیں ہے، یہ ایک ایسی رعایا ہے جو نہیں جانتی کہ اپنے بادشاہ کو کہاں تلاش کرے .... انہیں اسکا یقین ہے کہ میری یہ پوشیدہ قوّت، جسکی اطاعت پودے اور ستارے

کرتے ہیں، جس کے مُطیع پانی، پتھر اور آگ ہیں اور جس پر کبھی کبھی مُستقبل اپنے کچھ راز ظاہر کر دیا کرتا ہے۔ اُنہیں اِس کا یقین ہے کہ یہ نئی تاہم اس درجہ انسانی قوّت خوفناک اَدویہ ہیبت خیز منتروں جہنّمی جڑی بُوٹیوں اور ڈراؤنے نقوش میں پوشیدہ ہے۔ نہیں، وہ مجھ میں ہے جس طرح کہ خود اُن میں بھی مستور ہے۔ وہ مجھ میں ہے، میری کامنی روحی، تجھ میں جو کبھی مجھ ہی میں تھی...... میں نے تاریکی میں دو یا تین حوصلہ آزما قدم اٹھائے ہیں..... میں نے وہ کام ذرا جلدی کر لیا ہے جسکو وہ تاخیر سے کرینگے۔ جب بالآخر اُنہیں تیری خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ آ جائیگا تو کُل اشیا اُن کے تابع فرمان ہو جائینگی۔ جس طرح کہ میں نے تیری خوشنودی حاصل کر لی ہے...... لیکن میرا اُن سے یہ کہنا کہ تو یہاں محوِ خواب ہے اور تیری خیرہ کُن رعنائی کی طرف اشارہ کرنا بالکل بے سود ثابت ہوگا۔ وہ تجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔...... اُن میں سے ہر ایک کو تیری تلاش اپنے آپ میں کرنی پڑیگی، اُن میں سے ہر ایک کو اپنا کارِ حیات خود کھولنا پڑیگا جس طرح کہ میں نے کھولا ہے اور تجھے

جگانا پڑیگا۔جس طرح کہ اب میں تجھے جگا رہا ہوں ....

(شہاب جھک کر روحی کا منہ چومتا ہے)

روحی۔(چونک کر) آقا! ....

شہاب۔ یہ وہ ساعت ہے، روحی، جبکہ محبّت کو نگہبانی کرنی چاہیئے ....اِن آنے والے دنوں میں میں اکثر تمہاری نیندیں اُچاٹ کرونگا........

روحی۔میری نیند اتنی طویل تھی کہ میں بار بار اس میں محو ہوتی رہتی ہوں لیکن جب تمہارا خیال مجھے جگا دیتا ہے تو ہر بیداری پر میں خود کو زیادہ توانا اور شگفتہ محسوس کرتی ہوں۔

شہاب۔تم میرے بچّے کو کہاں لیجا رہی ہو اور میں اُسے پھر کب دیکھوں گا؟

روحی۔میں اپنے خواب میں اپنی آنکھوں سے اُس کا تعاقب کر رہی تھی ....وہ ہمارے قریب آرہا ہے .... وہ خود کو گُم کردہ منزل تصوّر کر رہا ہے اور اُس کی قسمت اُس کی رہنمائی ایسی جگہ کر رہی ہے جہاں مسرّت اُس کی مُنتظر ہے ....

شہاب۔ کیا وہ مجھے پہچان جائیگا؟........اس بات کو ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے کہ نوشتۂ تقدیر متقاضی تھا کہ ہماری باہمی زندگی اجنبیوں کی سی گزرے۔ اور اب میں اُسی طرح اُسے اپنی آغوشِ محبت میں لینا چاہتا ہوں جس طرح کہ مُدتیں گزریں میں نے اس کے بچپن میں اُسے سینہ سے لگایا تھا.......

روحی۔ نہیں۔ قسمت اس کا فیصلہ کرنے میں قطعاً آزاد رہنی چاہیئے۔ ایسے باپ کی محبت سے، نوشتۂ تقدیر غلط نہیں کیا جا سکتا، جس کے وجود کا علم بھی اُسے نہیں ہونا چاہیئے........

شہاب۔ لیکن اب جبکہ نرگسِ جمال یہاں ہے، ہمارے قریب۔ اب جبکہ وہ اِسی کے پاس آ رہا ہے، کیا مستقبل زیادہ واضح ہو گیا ہے، کیا اِس میں تم کچھ اور دیکھ سکتی ہو؟......

روحی۔ (سمندر اور رات پر خود فراموشانہ طور پر نظریں جماتے ہوتے) مجھے اس میں اب بھی وہی نظر آ رہا ہے جو ابتدا سے دیکھتی چلی آ رہی ہوں .....تمہارے لڑکے کی قسمت دائرۂ محبت سے تمام و کمال گھری ہوئی ہے۔ اگر وہ محبت کرے، اگر وہ حیرت انگیز چاہت سے چاہا

جائے جو کہ سب انسانوں کا شعار ہونا چاہیئے لیکن آج کل اِس درجہ معدوم ہو چکی ہے کہ اس کی حقیقت ایک نظر فریب بیوقوفی سے زیادہ نہیں۔ اگر وہ چاہے اور چاہا جائے ایک فرزانہ و نتائج بیں محبّت سے۔ ایسی سادہ، خالص و پُرزور محبّت سے جو کہ کوہستانی چشمہ سے مُشابہ ہو۔ ایسی شجاعانہ محبّت سے جس میں پھول سے زیادہ نرمی بھی ہو۔ ایسی محبّت سے جو ہر چیز کو قبول کر لیتی ہے اور جواب میں اس یافت سے بھی زیادہ دیتی ہے۔ جو کبھی نہیں ہچکچاتی۔ جو دھوکہ نہیں کھاتی۔ ایسی محبّت سے جسکو کوئی چیز غیر مطمئن نہیں بنا سکتی اور نہ حقارت سے بدل سکتی ہے۔ ایسی محبّت جو نہیں سُنتی اور نہ دیکھتی ہے سوائے ایک پُراسرار مُسرّت کے جو اوروں کو نظر نہیں آتی۔ جسے وہ ہر جگہ دیکھتی ہے، ہر شکل میں اور ہر حوصلہ آزما موقعہ پر اور جو اسکے حصول میں ایک مُسکراہٹ کے ساتھ جُرم کے ارتکاب سے بھی رُوگردانی نہ کرے......اگر تمہارے لڑکے کو ایسی محبّت حاصل ہو جائے، جسکا وجود کہیں ہے اور ایک دل میں جسکو میں پہچان سی گئی ہوں، اُس کی پذیرائی کی منتظر

ہے تو اُس کی زندگی بڑھ جائیگی، عوام سے بہتر اور پُرنشاط ہوجائیگی۔ لیکن اگر ایک مہینہ گزر جانے سے پیشتر اُسنے اِسے نہ پالیا، کیونکہ دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔ اگر سہیل کو وہ محبت حاصل نہ ہوگی جو کہ مستقبل آسمانوں پر سے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر شعلہ اپنا آتشیں رقص پورا نہ کرسکا۔ اگر تاسُف کی نقاب یا شُبہ نے اسے تاریک کردیا تو موت فتحمند ہوگی اور تمہارا لڑکا ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

شہاب۔ بیشک۔ محبت کی ساعت ہر شخص کیلئے نہایت اہم ساعت ہوتی ہے!.......

روحی۔ سہیل کیلئے، افسوس، یہ دُشوار ساعت آپہونچی ہے...... اِن آنے والے چند دنوں ہی ہیں وہ اپنی معراجِ زندگی پر پہونچ جائیگا۔ متلاشی ہاتھوں سے وہ مسرت اور قبر کو چھوتا ہے...... فیصلہ اُس آخری قدم پر ہے جو وہ اُٹھانے والا ہے اور اُس دوشیزہ کے طرزِ عمل پر جو اُس سے ملنے آرہی ہے۔.....

شہاب۔ اور اگر نرگسِ جمال وہ نہ ہو جسے قسمت نے منتخب کیا ہے تو؟.......

روحی۔ مجھے خطرہ درحقیقت اس بات کا ہے کہ جو طریقۂ آزمائش ہم اختیار کرنے والے ہیں صرف وہی ممکن العمل بھی ہے لیکن مستقبل کے مقابلہ میں انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے ....

شہاب۔ اگر کامیابی یقینی نہیں ہے تو پھر اِس طریقہ کو اختیار ہی کیوں کیا جائے؟ ....

روحی۔ اگر ہم پیش دستی نہیں کرینگے تو قسمت کریگی۔ یہ ٹالے نہیں ٹل سکتا مگر ہاں اتفاقات پر نتیجہ کا انحصار ہے۔ اِسی لئے میں یہ طریقہ اختیار کر رہی ہوں ....

شہاب۔ اور اگر وہ نرگسِ جمال سے محبت کرے لیکن یہ اُسے اُس محبت سے نہ چاہے جس کا مطالبہ قسمت نے کیا ہے تو؟ ......

روحی۔ تو پھر ہمیں اور بھی نُمایاں طور پر دخل دینا پڑیگا۔

شہاب۔ وہ کیسے؟

روحی۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرونگی۔

شہاب۔ روحی، میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ معاملہ چونکہ میری ایک عزیز ترین ہستی سے متعلق ہے جو مجھے اپنی ذات سے بھی

زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ میرا صرف یہی ایک لڑکا ہے، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ وہ بن سکتا ہے جو میں کبھی بن نہ سکونگا۔ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ایک عدیم المثال اور خطرناک کوشش کر کے مستقبل پر قابو پالیں۔ وقت پر حملہ کریں اور اُس سے وہ راز چھین لیں جو برسوں کے سینہ میں اُسنے چھپا رکھا ہے اور جو ہماری زندگی و مسرّت سے کہیں زیادہ کا متحمل ہے، خواہ وہ بعد میں ہم دونوں سے انتقام ہی کیوں نہ لیلے؟ ....

روحی۔ نہیں۔ میں خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں مگر میری پہونچ اِس سے زیادہ نہیں ہے۔ مستقبل ایک ایسی دُنیا ہے جسے ہم نے خود محدود کر دیا ہے۔ جس میں ہم صرف اُن چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں جن کا تعلق ہماری ذات سے ہوتا ہے یا کبھی کبھی اتفاق سے اُن چیزوں کا علم بھی ہم کو ہو جاتا ہے جو ہماری محبوب ترین ہستیوں سے متعلق ہوتی ہیں۔ میں اُن تمام تغیّرات کو بخوبی دیکھ رہی ہوں جو سُہیل کے گرد واقع ہو رہے ہیں یہانتک کہ اُسکی شاہراہ نرگسِ جمال کی شاہراہ میں مُدغم ہو جاتی ہے۔ لیکن نرگسِ جمال

کے عرصۂ حیات پر نقاب سی چھائی ہوئی ہے۔ نقاب منوّر ہے۔ اُس کا تانہ بانہ روشنی کی شعاعیں ہیں لیکن اُس نے وقت کو اسطرح ڈھنک رکھا ہے گویا وہ ایک تاریکی کی نقاب ہے...... وہ زندگی میں کاوٹیں پیدا کر رہی ہے۔ پھر نقاب کی دوسری طرف میں مسرّت اور موت کو اُس کا منتظر دیکھ رہی ہوں، دو برابر کے سرد مہر اور بعید الفہم دشمنوں کی طرح آمادۂ پیکار۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ ان دونوں میں سے قریب تر کون ہے اور کون زیادہ شہزور۔ کیا یہ نرگسِ جمال ہی کا مقسوم ہی؟ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی۔ ہر چیز ظاہر کرتی ہے کہ یہ نرگسِ جمال ہی ہے لیکن کوئی چیز یقین نہیں دلاتی۔ اس کا چہرہ آنے والے زمانہ کی طرف ہے...... اور میں اُسے کتنی ہی آوازیں دوں، کتنے ہی زور سے چیخوں، وہ جواب نہیں دیتی، پلٹ کر بھی نہیں دیکھتی، کوئی طریقہ اُس کے انہماک کو نہیں توڑ سکتا۔ میں نے اس کا چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے، صرف اُس کا تخئیل میرے ذہن میں ہی...... صرف ایک علامت یقینی ہے۔ اُن تکلیف دہ، صعوبت آمیز آزمائشوں کی علامت جن پر اُسے فتح حاصل کرنی پڑیگی......

صرف اِن آزمائشوں ہی سے ہم نرگسِ جمال کو پہچان سکینگے......

شہاب- اور اِس لئے، اِس نتیجہ سے ابتداء کرنے اور اُسپر عمل کرنے کے بعد ہمیں نامعلوم قوّتوں کی اطاعت کرنی پڑیگی۔ اور لوگوں کی طرح حقائق کو تسلیم کرلینے کے بجائے ہمیں سوال کرنے پڑینگے، اور جوابات کا انتظار کرنا پڑیگا اور اگر وہ ہماری محبوب ہستیوں کو ضرر پہونچانے کی دہمکی دیں تو اُن کو مُطیع کرنے کی ہمیں کوششیں کرنی پڑینگی۔

رُوحی- لو وہ یہاں آرہے ہیں طلوعِ صبح کے گُلنار سنّاٹے میں۔ چلو یہاں سے جلدی چلو۔ وہ قریب آرہے ہیں۔ اس تنہائی اور خاموشی کو اُن کی قسمت کو سونپ دو جسنے اپنی عجوبہ کاریاں شروع کردی ہیں۔

(شہاب اور رُوحی چلے جاتے ہیں۔ چند لمحے بعد دن کی تیزی سے بڑھتی ہوئی روشنی کے ساتھ ساتھ سُہیل اور نرگسِ جمال آمنے سامنے سے داخل ہوکر ملتے ہیں)

نرگسِ جمال- (سُہیل کے سامنے مُتعجبانہ طور پر رُک کر) تم کیا تلاش کررہے ہو؟

سُہیل۔ میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں؟...... میں پناہ کی جگہ تلاش کر رہا ہوں...... تم کون ہو؟

نرگسِ جمال۔ میرا نام نرگسِ جمال ہے۔

سُہیل۔ نرگسِ جمال...... کیسا شیریں نام ہے!...... اس میں پروں کی سی نرمی ہے، پھولوں کی سی خوشبو، مسرّت کی ایک سرگوشی، نور کی ایک کرن...... تمہارا نام تمہارا مکمل ترجمان ہے۔ یہ دل میں موسیقی بکھیرتا ہے اور لبوں پر روشنی مُنتشر کرتا ہے......

نرگسِ جمال۔ اور تم، تم کون ہو؟

سُہیل۔ مجھے اب یہ بھی یاد نہیں کہ میں کون ہوں...... چند روز قبل میرا نام سُہیل تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور کون ہوں ......آج، میں اپنا مُتلاشی آپ ہوں، میں خود کو اپنے وجود اور اطراف کی تاریکی میں ٹٹولتا پھر رہا ہوں، دُھندا ور سرابوں میں سرگرداں ہوں......

نرگسِ جمال۔ کیسی دُھند اور کیسے سرابوں میں؟...... تم اس جزیرہ پر کب سے ہو؟......

سُہیل۔ کل سے ....

نرگسِ جمال۔ حیرت ہے کہ اُنہوں نے مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا....

سُہیل۔ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں ساحل پر سرگرداں تھا، میں نامُرادی کے صعب و کرب میں محو تھا ....

نرگسِ جمال۔ آہ! کیوں؟ ......

سُہیل۔ میں یہاں سے کاہے کوسوں تھا، میں اُن سے بہت دُور تھا کہ ایک خط سے مجھے معلوم ہوا کہ میرے والد لبِ گور ہیں۔ میں فوراً جہاز پر سوار ہو گیا۔ بحری سفر میں تاخیر ہوئی اور جب پہلی بندرگاہ پر ہمارا جہاز لنگر انداز ہوا تو میں نے سُنا کہ وقت گزر چکا، میرے والد دُنیا سے اُٹھ گئے ...... میں نے اپنا سفر جاری رکھا تاکہ کم از کم مرحوم کے آخری خیالات ہی معلوم ہو جائیں اور اُن کی وصیتوں کی تکمیل کر سکوں ....

نرگسِ جمال۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟

سُہیل۔ کیوں؟ مجھے معلوم نہیں اور نہ مجھے اس کا علم ہے کہ کیسے میں یہاں پہونچا ...... سمندر پُرسکون اور آسمان صاف تھا۔ ہم نے

صرف پانی کو آسودۂ خواب دیکھا۔ یکایک بغیر کسی آگاہی کے موجوں پر گہری نیلی کُہر نے حملہ کیا۔ کُہر کی چادریں سی اُٹھ رہی تھیں جو ہمارے ہاتھوں، بادبانوں اور ہمارے چہروں سے اُلجھ رہی تھیں......

پھر جھکّڑ چلنا شروع ہوا۔ لنگر ٹوٹ گیا اور ہمارا جہاز ایک آبی رُو کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا شام کے لگ بھگ اِس غیر متوقع و نامعلوم جزیرے کی بندرگاہ میں پہونچ گیا۔ مغموم و محزوں میں ساحل پر اُترا اور سمندر کے قریب ایک غار میں پڑ کر سو رہا۔ جب میری آنکھ کُھلی تو دُھند غائب ہو چکی تھی اور دُور موجوں کے اُفق پر میں نے جہاز کو ایک چمکدار پر کی طرح آنکھوں سے اوجھل ہوتے دیکھا۔

نرگسِ جمال۔ پھر اِس کے بعد کیا ہوا؟

سُہیل۔ مجھے نہیں معلوم...... میں جہاز کا تعاقب کرنے کی کوشش کرتا لیکن بندرگاہ میں کوئی کشتی نہیں تھی اِس لئے مجھے یہاں اُس وقت تک منتظر رہنا پڑیگا جب تک کہ کوئی اور جہاز یہاں سے نہ گذرے......

نرگسِ جمال۔ عجیب اتفاق ہے ...... بالکل میرا سا واقعہ ہے....

سُہیل۔ کیا تمہارا سا واقعہ ؟

نرگسِ جمال۔ ہاں میں بھی گھر میں گھِر کر اس جزیرے میں پہونچی تھی۔ لیکن میرا جہاز ڈوب گیا تھا۔

سُہیل۔ یہ کب کا ذکر ہے ؟ اور کیسے ہوا ؟..... تم کہاں سے آئی ہو نرگسِ جمال ؟

نرگسِ جمال۔ میں ایک اور جزیرے سے آرہی تھی......

سُہیل۔ تم کہاں جا رہی تھیں ؟

نرگسِ جمال۔ جہاں کوئی میرا منتظر تھا۔

سُہیل۔ کون ؟

نرگسِ جمال۔ وہ جسکو میرے لئے منتخب کرنا مناسب سمجھا گیا تھا۔

سُہیل۔ کیا تم اُس سے منسوب ہو چکی تھیں ؟......

نرگسِ جمال۔ ہاں۔

سُہیل۔ کیا تمہیں اُس سے محبّت ہے ؟......

نرگسِ جمال۔ نہیں۔

سُہیل۔ تو پھر........

نرگسِ جمال۔ میری والدہ کی یہی خواہش تھی........

سُہیل۔ کیا تم اُن کی خواہش کی تعمیل کرو گی؟

نرگسِ جمال۔ نہیں۔

سُہیل۔ ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے یہ بات بہت پسند آئی!.... اور میرے والد نے بھی انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میں بھی اُسی کو اپنی شریکِ زندگی بناؤں جسکو اُنہوں نے میرے لئے منتخب کیا تھا......اُن کے پاس اسکے لئے دلائل تھے۔ سُنتا ہوں بہت گہرے اور مضبوط دلائل تھے۔ اور چونکہ یہ اُن کی خواہش تھی اور اب وہ زندہ نہیں ہیں اِسلئے میں اُنکی تعمیلِ ارشاد کرونگا۔

نرگسِ جمال۔ کیوں؟

سُہیل۔ ہم مرے ہوؤں کی خواہشوں کی تردید نہیں کر سکتے۔

نرگسِ جمال۔ کیوں۔

سُہیل۔ وہ اب بدلی نہیں جا سکتیں...... ہمارے دلوں میں رحم ہونا چاہیئے۔ ہمیں اُنکی خواہشوں کا احترام کرنا چاہیئے۔

نرگسِ جمال۔ نہیں۔

سُہیل۔ کیا تم تعمیل نہیں کروگی؟........

نرگسِ جمال۔ نہیں۔

سُہیل۔ نرگسِ جمال...... یہ طرزِ عمل ہیبت انگیز ہے!......

نرگسِ جمال۔ نہیں مرے ہوئے ہیبت انگیز ہیں اگر وہ اُسیرِ مُصر ہوں کہ ہم اُن سے محبّت کریں، جن سے ہم محبّت نہیں کرتے۔

سُہیل۔ نرگسِ جمال...... مجھے تم سے ڈر لگنے لگا۔

نرگسِ جمال۔ میں نے کہا...... کیا کہا تھا میں نے؟...... شاید میں نے عجلت سے کام لیا......

سُہیل۔ نرگسِ جمال! مرے ہوؤں کے خیال سے تمہاری آنکھیں پُرنم ہیں اور تمہارے الفاظ سے ہم آہنگ نہیں ہیں......

نرگسِ جمال۔ نہیں۔ میری آنکھیں اُنکے لئے پُرنم نہیں ہیں۔ شاید میں نے درشتی سے انکا ذکر کیا...... تاہم وہ غلطی پر ہیں۔

سُہیل۔ اچھا اب مُردوں کا ذکر چھوڑو...... تم نے مجھے ابھی یہ نہیں بتایا ہے کہ تمہارا جہاز کیسے ڈوبا ہے؟........

نرگسِ جمال- ہمارا جہاز ایک گہری کہر میں بھٹک گیا- کہر اتنی گہری تھی کہ ہمارے ہاتھوں میں پیروں کی طرح بھر جاتی تھی- ناخدا غلط راستہ پہ پڑ گیا- اُسے انتہا ہی تو وہ آتش کا دھوکہ ہوا..... جہاز زیرِ آب چٹان سے ٹکرایا لیکن اِس سانحہ میں کسی کی جان ضائع نہیں ہوئی ...... موجیں مجھے اُٹھا کر لے گئیں- اور پھر میں نے نیلے پانی کو اپنی آنکھوں کے سامنے بہتے دیکھا گویا میں ایک دم گھوٹنے والے آسمان میں ڈوبتی چلی جا رہی ہوں...... میں نیچے اور نیچے اُترتی چلی گئی...... پھر کسی نے مجھے پکڑ لیا اور میں بیہوش ہو گئی.......

سُہیل- تمہیں کس نے پکڑا؟......

نرگسِ جمال- اِس جزیرے کے حاکم نے-

سُہیل- اور یہ حاکم کون ہے؟......

نرگسِ جمال- ایک مُعمّر آدمی ہے جو اس مرمریں محل میں سایہ کی طرح پھرتا رہتا ہے-

سُہیل- کاش میں وہاں ہوتا!......

نرگسِ جمال- تو تم کیا کرتے؟........

سُہیل۔ میں تمہیں بچاتا!.........

نرگسِ جمال۔ تو کیا اب میں نہیں بچی؟......

سُہیل۔ یہ ایک ہی سی بات نہیں ہے!...... تمہیں تکلیف اٹھانی نہ پڑتی۔ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہونچتا......... میں تمہیں موجوں کی چوٹیوں پر اُٹھا کر لیجاتا...... ہائے میں نہیں جانتا کہ کس طرح...... ایک پیالہ کی طرح جو موتیوں سے لبریز ہو جن میں سے کسی ایک کو سایہ نے بھی نہ چھُوا ہو۔ صُبح کو کھِلنے والے پھول کی طرح جس پر سے شبنم کا ایک قطرہ بھی گرانا ہمیں ناگوار ہو۔ مجھے اُن خطرات کا خیال آتا ہے جن میں تم، اتنی حسین اور اتنی نازک، مُبتلا ہوئیں، ظالم چٹانوں میں، اُس مُعمّر آدمی کے بازؤں میں!...... اُس نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔ اُس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا...... لیکن یہ کافی نہیں تھا۔ ...... تم بالآخر کنارے تک کیسے پہونچیں؟........

نرگسِ جمال۔ میں جاگی تو خود کو ریت پر لیٹا پایا۔ مُعمّر آدمی وہاں موجود تھا۔ پھر وہ مجھے اُٹھوا کر اپنے محل میں لے گیا۔......

سُہیل۔ کیا وہ اس جزیرے کا بادشاہ ہے؟......

نرگسِ جمال۔ جزیرہ تقریباً صحرا ہے، چند مُلازموں کے علاوہ جو چُپ چاپ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں یہاں اور کوئی نظر نہیں آتا......
وہ اپنی رعایا درختوں۔ پھُولوں اور خوش خوش چڑیوں کو سمجھ سکتا ہے جن سے یہ جزیرہ بھرا پڑا ہے........

سُہَیل۔ جو کچھ اُس نے کیا اچھی طرح کیا.........

نرگسِ جمال۔ وہ نیک دل اور مہربان ہے، اور اُس نے میری پذیرائی اس طرح سے کی کہ میرا حقیقی باپ بھی نہ کرتا......پھر بھی میں اُسے پسند نہیں کرتی.......

سُہَیل۔ کیوں ؟

نرگسِ جمال۔ مجھے یقین ہے کہ اُسے مجھ سے عشق ہے.....

سُہَیل۔ کیا! اُس میں اتنی ہمّت ہے! نہیں، یہ ممکن نہیں ہے، یا تو وقت نے اُسے کوئی سبق نہیں سکھایا اور یا جب موت قریب ہوتی ہے تو عقلِ سلیم دُور ہو جاتی ہے.........

نرگسِ جمال۔ پھر بھی مجھے اِسکا خطرہ ہے......اُس نے مجھ سے اسکا اظہار کیا،......وہ عجیب خیالات کا آدمی ہے اور اُسکے دل میں

غم کی کسک بھی ہے...... لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ایک بیٹا ہے جو یہاں سے بہت دُور مقام پر ہے، جو شاید گُم گشتہ ہے...... وہ ہر وقت اُسی کے خیال میں محو رہتا ہے........ جب وہ یہ سوچتا ہے کہ اپنے بیٹے کو دوبارہ دیکھیگا تو اُس کا چہرہ دمکنے لگتا ہے، وہ........ لو وہ خود ہی آ رہا ہے!........

(شہاب داخل ہوتا ہے)

شہاب۔ میں تمہیں تلاش کر رہا تھا نرگس جمال......

(سُہیل کی طرف مُڑ کر ایک خوفناک نظر ڈالتے ہوئے)

تم سُن رکھو، میں جانتا ہوں تم کون ہو، میں اُن وجوہ سے بھی واقف ہوں جو تمہیں اس جزیرہ پر لائے ہیں، جہاز غرق ہونے کی من گھڑت کہانی کی چال اور اُس دشمن کا نام جسنے تمہیں یہاں بھیجا ہے........

سُہیل۔ مجھے ہ...... لیکن یہ تو محض ایک سانحہ تھا جسنے مجھے اس ساحل پر لا ڈالا......

شہاب۔ باتیں بنانا بیکار ثابت ہو گا۔

نرگسِ جمال- اس نے کیا کیا ہے؟

شہاب- افسوس! اسکا ارادہ وہ کمینی سے کمینی حرکت کرنے کا تھا جو کہ انسان سے سرزد ہو سکتی ہے۔ مہربانی سے بغاوت، دوستی کو فریب دینا اور دشمن کے ہاتھ اُس بیحد مہربان میزبان کو فروخت کرنے کا ارادہ جو کُشادہ دلی سے اسکا خیر مقدم کرنیوالا تھا......

نرگسِ جمال- نہیں!

شہاب- کیوں؟ کیا تم اِسے جانتی ہو؟

نرگسِ جمال- ہاں-

شہاب- کب سے؟

نرگسِ جمال- جب سے کہ میں نے اِسے پہلی دفعہ دیکھا-

شہاب- اور تم نے اُسے کب دیکھا؟

نرگسِ جمال- جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا......

شہاب- اِسکو تو مشکل سے......

نرگسِ جمال- بس یہ کافی ہے-

شہاب- نہیں، نرگسِ جمال، اور ثبوت و واقعات تمہیں جلد ہی خود بتا

دیکھئے کہ یہ کافی نہیں ہے۔ بہتر یہ کہ ایک خوشنما ظاہر، ایک معصوم مسکراہٹ اور ... الفاظ میں اکثر زیادہ خطرناک دام پوشیدہ ہوتے ہیں بہ نسبت ناشکور بڑھاپے یا ایسی محبّت کے جس میں کہ اُمید کا شائبہ بھی نہ ہو......

نرگسِ جمال۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟

شہاب۔ میں آخری تصدیق کا مُنتظر ہوں۔ اور پھر میں وہ کرونگا جو کہ آئین کے مطابق ہوگا اور جو مجھے اِسلیئے کرنا بھی چاہیئے کہ اُن دشمنوں کے خطرہ کا تدارک ہو سکے جو کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ بے رحمانہ اقدام جو میں کرونگا تمہارے تحفّظ کے لئے بھی اتنا ہی مفید ہوگا جتنا کہ خود میرے لئے، کیونکہ ہم دونوں ایک ہی سے واقعات کا نشانہ بنے ہوتے ہیں اور قسمت نے ہم دونوں کو یکجا کر دیا...... آج میں تمہیں اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔ مجھ پر بھروسہ رکھو...... غالباً تمہیں ابتک معلوم ہو چکا ہوگا کہ تمہاری مسرّت میری مسرّت ہوتی ہے......

نرگسِ جمال۔ تم نے میری جان بچائی تھی۔ مجھے یہ یاد ہے......

شہاب۔ اِس واقعہ کی یاد میں تمہاری ترمیم داخل نہیں ہے لیکن
مجھے اُمید ہے کہ ایک نہ ایک دن تم میرے انصاف سے کام لوگی...

(سُہیل سے)

تمہارے بارے میں یہ ہے کہ جاؤ۔ مجھے جو اطلاع پہونچی ہے اُس
میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جب وہ واقعات جن کا مجھے خطرہ ہے،
اُس کی تصدیق کر دینگے تو پھر میں تمہارے بارے میں بھی کچھ سوچونگا۔
اس اثنا میں تم میرے قیدی ہو۔ تمہیں محل کا وہ حصّہ بتا دیا جائیگا
جو تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اگر تم اُن حدود سے باہر
نکل گئے جن کا تعیّن کیا جا چکا ہے تو پھر تمہیں کو اپنا مُنصف بنکر
اپنی سزا آپ تجویز کرنی پڑیگی۔ اس کا کوئی اپیل نہیں ہو سکیگا۔
جاؤ، میرے احکام جاری کئے جا چکے ہیں......

سُہیل۔ میں تعمیلِ ارشاد کرتا ہوں لیکن صرف اُس وقت تک
جب تک کہ آپکو اپنی غلطی کا احساس نہ ہو جائے۔ ہم جلدی ہی ملینگے
نرگسِ جمال........

شہاب۔ نہیں، اِسے خیر باد کہو کیونکہ یہ مُشتبہ ہے کہ تم اِس سے

دوبارہ مل بھی سکو گے یا نہیں..............................

نرگس جمال! اتفاق شاید تمہیں کبھی پھر اس شخص کی موجودگی میں لے آئے۔ ایسی صورت میں تم اس سے اجتناب کرنا۔ تمہاری اور اسکی زندگی محض تمہارے اجتناب پر منحصر ہے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تم دونوں ملے ہو تو یقینی طور پر تم دونوں اپنی اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا......(سُہیل سے) کیا تم اس سے دُور رہنے کا وعدہ کرتے ہو؟........

سُہیل۔ اگر اس کی زندگی خطرہ میں ہے تو ــــ ہاں!

شہاب۔ اور تم، نرگس جمال؟

نرگس جمال۔ نہیں!

مجلسِ دوم

مجلسِ دوم

(ایک اُجڑا ہوا باغ جس میں خود رو پودے اور بیلیں پھیلی ہوئی ہیں۔

دائیں جانب ایک بہت اونچی سیاہی مائل دیوار جس میں ایک دروازہ

ہے۔ دروازہ میں سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔ باغ میں نرگس جمال اکیلی ہے)

نرگس جمال۔ اِس باغ میں کبھی کوئی نہیں آتا۔ سورج کی روشنی کا گذر بھی اِس میں نہیں ہوتا۔ بچارے جنگلی پھول جن پر انسان جبر و تشدد کرتا ہے محض اِس لئے کہ یہ خوشنما نہیں ہوتے اس باغ میں اپنی موت کے منتظر ہیں۔ پرندے خاموش ہیں اِس میں بنفشہ ہے جو اپنی خوشبو ضائع کر چکا ہے کُملایا ہوا سفید گلاب اور مرجھایا ہوا سُرخ لالہ جس کی پتیاں ایک ایک کرکے متواتر گر رہی ہیں...... یہاں نرگسِ بیمار ہے جو پانی کو ترس رہی ہے، چمپا نڈھال ہے اور موتیا بے حال چنبیلی کے چہرہ پر موت کی زردی کھنڈ گئی ہے۔ جوہی افسردہ ہے اور سورج مکھی پژمردہ۔ ناگ پھنی

کانٹوں پر لوٹ رہی ہے۔ اور بیدِ مجنوں نگوں سار ہے۔ میں تم سبکو جانتی ہوں مقہور پھولوں، اتنے حسین اور لتنے بدنما! ..... تم سب اپنی گم گردہ رعنائی دوبارہ حاصل کر سکتے ہو۔ مسرّت کی ایک شعاع، حُسنِ گُریزپا، شہد کی مکھی کو متوجّہ کرنے کے لئے ایک دلکش تبسّم ...... لیکن کوئی آنکھ تمہیں نہیں دیکھتی۔ کوئی ہاتھ تمہاری محافظت نہیں کرتا اور نہ کوئی دستِ شوق تمہیں جمع کرتا ہے۔ میں بھی تم میں اس لئے آئی ہوں کہ تنہائی کی جُویا ہوں۔ ہر چیز کس قدر مضمحل نظر آتی ہے! ..... گھاس خشک اور زرد ہے، پتّے بیمار ہیں اور پُرانے درخت مر رہے ہیں۔ بہار اور صبح کی شبنم بھی خوفزدہ ہیں کہ یہ تنہائی اُنہیں بھی مغموم کر دیگی ....

(سُہیل دروازے کی سلاخوں کے پیچھے رُونما ہوتا ہے)

سُہیل۔ نرگسِ جمال! ....

نرگسِ جمال۔ سُہیل! ......

سُہیل۔ نرگسِ جمال! ....

نرگسِ جمال۔ چلے جاؤ! ..... چلے جاؤ .... اپنا خیال رکھو! .....

اگر وہ تم کو دیکھ لیگا تو موت! ....

سُہیل۔ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتا، یہاں سے وہ بہت دُور ہے۔

نرگس جمال۔ وہ کہاں ہے؟ ....

سُہیل۔ میں نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے اپنے محبس کے مینارہ پر سے اُسے جاتے دیکھا تھا....... وہ جزیرے کی دوسری طرف ہے، نیلے جنگل کے قریب جو اُفق تک پھیلا ہوا ہو.....

نرگس جمال۔ لیکن شاید وہ واپس آجائے...... یا کوئی اُس سے کہدے۔ چلے جاؤ، چلے جاؤ، میں تم سے بمنّت کہتی ہوں! تمہاری جان خطرہ میں ہے! ....

سُہیل۔ محل خالی ہے، میں نے کمرے، پائیں باغ، بارہ دری، کُنج اور مرمریں زینہ سب دیکھ لئے ہیں ....

نرگس جمال۔ چلے جاؤ، یہ ایک دامِ تزویر ہے...... وہ تمہاری جان کا لاگو ہو رہا ہے، میں جانتی ہوں اُس نے خود کہا تھا...... اُسے شُبہ ہے کہ میں تم سے محبّت کرتی ہوں..... وہ اپنی من مانی مُراد پانے کیلئے بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ چلے جاؤ!...... اِن حالات

واقعات کے ہوتے ہوئے تم نے وہ کیا ہے جو تمہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

سُہیل۔ نہیں۔

نرگسِ جمال۔ اگر تم نہیں جاؤ گے تو میں چلی جاؤنگی۔

سُہیل۔ اگر تم چلی جاؤ گی، نرگسِ جمال، تو میں اِس دروازہ پر اُس وقت تک کھڑا رہونگا جب تک کہ رات اُسے یہاں نہ لے آئیگی......

وہ مجھے اِس آستانِ ممنوعہ پر دیکھیگا۔ میں اُن حدود سے گزر چکا ہوں جن کا تعین میرے لئے کیا گیا تھا......لہذا میں نے اسکی حکم عدولی کی ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ وہ اِسے دیکھ لے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے اِس کا علم ہو جائے!........

نرگسِ جمال۔ سُہیل رحم کرو!.....میں تم سے التجا کرتی ہوں سُہیل! تم اپنی مسرت کو خطرہ میں ڈال رہے ہو!......صرف اپنا ہی خیال نہ کرو!......اگر تم اِس دروازہ کو چھوڑ دو گے تو جہاں تم کہو گے میں چلی جاؤنگی......ہم کہیں اور مل لینگے، کچھ دیر بعد کسی اور دن......وقت اب مقرر کر لینا چاہیئے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیئے۔ ہمیں تیاری شروع کر دینی چاہیئے......دیکھو میں اپنے ہاتھ تمہاری

طرف پھیلا رہی ہوں ..... تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟..... میں تم سے کس بات کا وعدہ کروں؟.......

سُہیل - دروازہ کھولدو۔

نرگس جمال - نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ میں نہیں کھول سکتی.......

سُہیل - دروازہ کھولدو، کھولدو، نرگس جمال، اگر تم چاہتی ہو کہ میں زندہ رہوں......

نرگس جمال - دروازہ کھلوانے پر اصرار تم مجھ سے کیوں کر رہے ہو؟..

سُہیل - میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے ہاتھ چھونا چاہتا ہوں جنکو میں نے ابھی تک نہیں چھوا ہے.....ایک دفعہ پھر تمہیں اُسی طرح دیکھنے کے لئے جس طرح کہ میں نے پہلے دن تمہیں دیکھا تھا۔ دروازہ کھولدو ورنہ یقین جانو میں اپنی جان کھو دونگا۔ میں یہاں سے نہیں جاؤنگا۔

نرگس جمال - اچھا تو پھر تم چلے جاؤ گے نا؟.....

سُہیل - میں تم سے وعدہ کرتا ہوں نرگس جمال ...... جونہی تم دروازہ کھولو گی، اس سے پہلے کہ ایک ابابیل اس سے پیشتر کہ

تخیل کی پرواز اپنی جائے سکون سے نکل کر میرے اور تمہارے ہاتھ کے درمیان حائل ہو...... میں چلا جاؤنگا، میں تم سے التجا کرتا ہوں، نرگس جمال۔ یہ طرزِ سلوک نہایت ظالمانہ ہے...... میں اس دروازہ پر ایک اندھے فقیر کی طرح کھڑا ہوں...... میں صرف تمہارے سائے کو پتّوں میں متحرک دیکھ سکتا ہوں...... یہ سلاخیں نفرت انگیز ہیں کہ تمہارے چہرہ کو چھپا رہی ہیں۔ صرف ایک نظر، جمال، جس میں میں تمہیں پوری طرح دیکھ سکوں۔ اور پھر میں اس ڈاکو کی طرح فرار ہو جاؤنگا جو بے شمار دولت گھسیٹتا لیا چلا جا رہا ہو...... کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی اور ہم خوش خوش یکجا رہینگے......

نرگس جمال: سہیل، یہ خیال ہیبت ناک ہے!...... میں کبھی نہیں لرزتی لیکن آج میں لرز رہی ہوں۔ ممکن ہے کہ اس میں تمہاری زیست کا خطرہ پوشیدہ ہو، اور میری جان کے تو لالے پڑ ہی چکے ہیں۔ وہ روشنی کس چیز کی ہے جو اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہے؟ وہ ہمیں ڈرانے آ رہی ہے اور وہ ہمارا راز فاش کرنے آ رہی ہے!...

سُہیل۔ نہیں، نہیں، وہ سورج ہے جو دیوار کے پیچھے طلوع ہو رہا ہے..... معصوم سورج..... بہار کا خوش خصال سورج، جو ہماری مسرّتوں میں اضافہ کرنے آیا ہے...... کھولو، دروازہ جلدی کھولو۔ ہر لمحہ جو گزر رہا ہے اُن خطرات میں مزید خطرات شامل کر رہا ہے جن سے تم خائف ہو..... صرف ایک جُنبش، جمال۔ تمہارے ہاتھ کا ایک اشارہ۔ اور تم درحقیقت زندگی کا دروازہ مجھپر کھول دوگی!

(نرگس جمال قُفل میں کنجی پھراتی ہے، دروازہ کُھل جاتا ہے سُہیل داخل ہوتا ہے۔)

سُہیل۔ (جمال کو اپنی آغوش میں لے کر) جمال!......

نرگس جمال۔ میں یہاں ہوں!.......

سُہیل۔ میں تمہارے ہاتھوں۔ تمہاری آنکھوں۔ تمہارے بالوں اور تمہارے لبوں کو ایک ہی بوسہ میں مجتمع پاتا ہوں اور ایک ہی لمحہ میں، محبت کے وہ تمام تحفے مجھے حاصل ہیں جو پہلے کبھی نہیں ملے تھے!..... میرے ہاتھ اسدرجہ متعجب ہیں کہ ان سب کو اکٹھا

1987

نہیں سکتے۔ اور میری ساری زندگی میں اتنی سمائی نہیں ہو سکتی...

..... اپنا مُنہ مت پھیرو۔ اپنے لبوں کو پیچھے مت ہٹاؤ.....

نرگس جمال ۔ میں تم سے اجتناب نہیں کر رہی بلکہ تم سے اور بھی قریب تر ہونا چاہتی ہوں ....

سُہیل ۔ اپنا مُنہ مت پھیرو۔ مجھے محروم نہ کرو اپنی پلکوں کے سایہ سے، اپنی آنکھوں کی چمک سے۔ ساعتیں نہیں بلکہ لمحے بھی ہماری مسرّت کے لئے ڈراؤنے ہیں ......

نرگس جمال ۔ میں تمہاری مسکراہٹ کو تلاش کر رہی تھی۔

سُہیل ۔ اور تمہاری مسکراہٹ میرے تبسم میں مدغم ہو گئی۔ پہلے ہی بوسے کے تبادلہ میں جس نے ہماری قسمتوں کو متحد کر دیا......

آج مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں تمہیں ہمیشہ سے دیکھتا رہا ہوں اور ہمیشہ سے تمہیں اپنی آغوش میں لیتا رہا ہوں، گویا میں درحقیقت بہشت کے دروازہ پر کھڑا اُن باتوں کو دُہرا رہا ہوں جو میں نے دُنیا میں تمہارے سایہ کو آغوش میں لے کر کی تھیں......

نرگس جمال۔ ہر شبکو جب میں خوابوں کو اپنے پہلو میں لیتی تھی تو تمہیں اپنے پہلو میں پاتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔

سُہیل۔ میں تذبذب سے آشنا نہ تھا ۔۔۔۔۔

نرگس جمال۔ میں خوف سے ناآشنا تھی ۔۔۔۔۔۔۔

سُہیل۔ اور مجھے ہر چیز مل گئی ہے ۔۔۔۔۔۔

نرگس جمال۔ اور مجھے ہر چیز مسرّت کا پیغام پہونچا رہی ہے!

سُہیل۔ تمہاری آنکھیں کسقدر عمیق ہیں اور اُن میں کس قدر اعتماد ہے! ۔۔۔۔۔۔۔

نرگس جمال۔ اور تمہاری آنکھیں کسقدر شفّاف اور یقین سے بھری ہوئی ہیں! ۔۔۔۔۔۔۔

سُہیل۔ مجھے کتنی اچھی طرح یہ یاد ہیں! ۔۔۔۔۔۔۔

نرگس جمال۔ اور میں تمہاری آنکھوں سے کس قدر بخوبی واقف ہوں! ۔۔۔۔۔۔۔

سُہیل۔ تمہارے ہاتھ میرے کندھوں پر بالکل اُسی طرح رکھے ہوئے ہیں جس طرح کہ میں اسکے انتظار میں لیٹا رہتا تھا اور اپنے میں جاگ

جانے کی ہمّت نہ پاتا تھا......

نرگس جمال۔ اور تمہاری باہیں میرے گلے میں اس طرح پڑی ہوئی ہیں جس طرح کہ پڑی رہا کرتی تھیں......

سُہیل۔ تمہاری آنکھیں محبّت کے تنفّس پر اسی طرح بند ہو جایا کرتی تھیں........

نرگس جمال۔ اور جب تمہاری آنکھیں کھُلتی تھیں تو ان میں سے ایسے ہی آنسو ڈھلکتے نظر آتے تھے......

سُہیل۔ جب مسرّت اِس درجہ وافر ہو.......

نرگس جمال۔ غم اُس وقت تک رُونما نہیں ہوتا جب تک کہ محبّت کا تسلّط رہتا ہے.......

سُہیل۔ کیا تمہیں مجھ سے محبّت ہے؟

نرگس جمال۔ ہاں!......

سُہیل۔ آہ! تم نے "ہاں" کس طرح کہا! "ہاں"! اعماقِ قلب میں سے۔ تخیلات کی تہہ میں سے۔ اپنی روح کی گہرائیوں میں سے!......

میں اسے جانتا تھا، شاید۔ لیکن اسکا کہلوانا ضروری تھا۔ ورنہ بغیر

اس کے ہمارے بوسوں کی کوئی وقعت نہ ہوتی ...... اب یہ کافی ہے۔ یہ میری زندگی کو غذا پہونچائیگا۔ دُنیا کی کُل نفرت بھی اسکو نہیں مٹا سکتی اور نہ تیس سال کے مصائب و آلام اِسے فراموش کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں ...... میں نور میں نہا رہا ہوں اور بہار مجھے پیامِ خود فراموشی پہونچا رہی ہے۔ میں آسمان کی طرف نظریں اُٹھاتا ہوں اور باغ جاگ جاتا ہے ..... کیا تم سُن رہی ہو کہ چڑیاں درختوں سے گیت گا رہی ہیں اور تمہاری مسکراہٹ اور اُس عجیب و غریب "ہاں" کو دُہرا رہی ہیں۔ اور کیا تم دیکھ سکتی ہو اُن شعاعوں کو جو تمہارے بالوں کو چوم رہی ہیں جیسے الماس پارے شعلوں میں رقص کر رہے ہوں۔ اور اُن ہزاروں پھولوں کو جو ہم پر جھکے پڑتے ہیں تاکہ محبت کے اُس راز کو ہماری آنکھوں میں دیکھ لیں جس سے وہ واقف نہیں ہیں۔

نرگس جمال ۔ (اپنی آنکھیں کھول کر) یہاں تو سوائے بیچارے مُردہ پھولوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا! ......

(حیران ہوکر چاروں طرف دیکھتی ہے کیونکہ سُہیل کے داخل ہونے کے بعد)

اِن کی لاعلمی میں اُجڑا ہوا باغ رفتہ رفتہ گویا جادو سے یکسر بدل گیا تھا۔ خود رو پودے۔ جھاڑ جھنکاڑ جنہوں نے اِسے مسموم کر رکھا تھا سبز و گلبار اور پھول غیر معمولی طور پر بڑے ہوگئے تھے۔ سوکھی ہوئی بیلیں سبز پتّوں سے لدگئیں تھیں، اور پھلوں کے بوجھ سے جُھکے ہوئے درختوں کو اپنے خوش رنگ پھولوں کے گجرے پہنا دیئے تھے۔ شیریں نوا پرندوں سے درخت آباد ہوگئے تھے۔ مُرجھائی ہوئی چنبیلی اور کُملاتی ہوئی جوہی کی خوشبو سے چمن مہک رہا تھا۔ سرنگوں سورج مُکھی کی پتّیاں طلوع ہونے والے سورج کی کرنوں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔

خوبصورت تیتریاں اُڑتی پھر رہی ہیں۔ شہد کی مکھیاں تلاشِ عسل میں سرگرداں ہیں۔ بھونرے کلی کلی کا رس چُوستے پھر رہے ہیں، پرندے زمزمہ پیرائی کر رہے ہیں، پھل جُھول جُھول کر گر رہے ہیں، روشنی کا ایک سیلاب چمن پر پھٹ پڑا ہے۔ ہر چیز نور میں نہا رہی ہے۔ ایک طرف سنگِ مرمر کا حوض شفّاف پانی سے بھرا ہوا کٹورے کی طرح پڑا چھلک رہا ہے۔ بیدِ مجنون کی شاخیں جُھک جُھک کر اُس میں اپنا چہرہ دیکھ رہی ہیں۔)

سُہیل - یہاں تو زندگی کے پھولوں اور پھولوں کی زندگی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے - دیکھو وہ گر رہے ہیں - ہم پر پھولوں کی بارش ہو رہی ہے - جوشِ نمو سے ٹہنیاں پھٹی جاتی ہیں اور اپنے رنگین بوجھ سے جُھکی جاتی ہیں - پھول ہمارے پیروں میں اُلجھ رہے ہیں، ایک دوسرے کو دبا رہے ہیں، گھوٹ رہے ہیں، ان کی پتیاں کس قدر کشادہ ہیں، ایک دوسرے سے پیوستہ - اُنہوں نے پتّوں کو ڈھنک لیا ہے - گھاس کو چُھپا دیا ہے - ایسے پھول میں نے آج تک نہیں دیکھے - بہار مخمور ہے - اسقدر نور آگیں اِنتشارِ گُل میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا........

نرگس جمال - ہم کہاں ہیں؟......

سُہیل - ہم اُس باغ میں ہیں جس کا دروازہ تم نے میری محبّت پر بند کر رکھا تھا.........

نرگس جمال - ہم نے کیا کیا؟

سُہیل - میں نے وہ بوسہ دیا ہے جو صرف ایک ہی دفعہ دیا جاتا ہے اور تم نے وہ لفظ ادا کیا ہے جو دوبارہ ادا نہیں کیا جاتا.......

نرگس جمال۔ (غش کھاتے ہوئے) سُہیل! میں دیوانی ہو گئی ہوں! یا شاید ہم موت سے ہم آغوش ہونے والے ہیں......

سُہیل (سہارا دیتے ہوئے) جمال! تمہارے چہرہ کا رنگ اُڑ رہا ہے اور تمہارے محبوب ہاتھ مجھے اس طرح دبا رہے ہیں گویا تم کسی چھپے ہوئے دشمن سے خائف ہو........

نرگس جمال۔ کیا تم نے نہیں دیکھا؟......

سُہیل۔ کیا؟

نرگس جمال۔ ہم ایک دام میں اسیر ہو چکے ہیں اور یہ پھول ہماری غمازی کر رہے ہیں...... پرندے خاموش تھے۔ درخت مُردہ تھے۔ یہاں سوائے جھاڑ جھنکاڑ کے اور کچھ بھی نہیں تھا جنکو کھود کر پھینکنے کی زحمت بھی کسی نے گوارا نہیں کی تھی۔ میں ان سبکو پہچانتی ہوں اور ان کے نام جانتی ہوں جو مجھے اب بھی انکی خستگی یاد دلاتے ہیں۔ یہ سفید گلاب ہے جس کا دل سُنہرا ہے، زردی مائل چنبیلی کھلکھلا کر ہنس رہی ہے۔ سورج مکھی اپنے طویل ڈنٹھل پر سے جھانک جھانک کر ہم پر اپنی پتیاں برسا رہا ہے۔ اور وہ حلقہ در حلقہ

وشپیچ در پیچ بیل چمن کی دیوار پر چڑھکر اپنے پھولوں کی گھنٹیاں بجا بجا کر لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتی ہے اور دُنیا سے یہ کہنا چاہتی ہے کہ اسے ہمارا راز معلوم ہو گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے بارش گُل ہوئی ہے۔ ان کی طرف نہ دیکھو۔ اِن کا وجود ہماری تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ اُف میں نے غلطی کی۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا...... وہ مُبہم دھمکیاں بڑبڑایا کرتا تھا...... ہاں ہاں مجھے اس کا علم تھا کہ وہ ساحر ہے، میں نے ایک دن سُنا تھا، لیکن میں نے اُس پر یقین نہیں کیا تھا۔ اب اسکی باری ہے۔ خیر۔ اب تو پانی سر سے گزر چُکا۔ لیکن شاید ہم دیکھ سکیں گے کہ محبّت بھی جانتی ہے......

(تُرئی کی آواز سنائی دیتی ہے)

سُہیل۔ سُنو!......

نرگس جمال۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ہے اور واپسی کی تُرئی پھونکی گئی ہے...... وہ واپس آرہا ہے۔ بھاگو!........

سُہیل۔ لیکن تم؟..........

نرگس جمال۔ مجھے کسی بات کا ڈر نہیں ہے سوائے اس کی نفرت انگیز

محبّت کے ...... جاؤ! .....

سُہیل۔ میں تمہارے ساتھ رہونگا اور اگر اسکی شدّت پسندی ....

نرگس جمال۔ تم ہم دونوں کی تباہی کا باعث ہوگے ... جاؤ! .....
اُن جھاڑیوں کے پیچھے چھپ رہو۔ خواہ وہ کچھ ہی کہے اور کچھ ہی کرے
تم اپنی جگہ سے نہ نکلنا اور میرا کچھ فکر نہ کرنا۔ میں اپنی حفاظت خود کرلونگی
جاؤ ..... وہ آرہا ہے۔ جاؤ۔ جاؤ ..... میرے کانوں میں اُس کی
آواز آرہی ہے ....

(سُہیل ایک اونچی جھاڑیوں کے جھُنڈ کے پیچھے چھُپ جاتا ہے۔ سلاخوں دار
دروازہ کھُلتا ہے اور شہاب باغ میں داخل ہوتا ہے)

شہاب۔ جمال! کیا وہ یہاں ہے؟ ......

نرگس جمال۔ نہیں۔

شہاب۔ یہ پھول دروغ گوئی نہیں کر رہے۔ یہ محبّت کی چغلی
کھا رہے ہیں۔ یہ تمہارے محافظ تھے اور انہوں نے اپنی وفاداری
کا ثبوت دیا ہے ..... میں ظالم نہیں ہوں اور ایک سے زیادہ
دفعہ درگذر کرتا ہوں۔ تم اُسے بچا سکتی ہو اُس جھاڑی کی طرف

اشارہ کرکے جسے کہ اُسے چھپا رکھا ہے (نرگس جمال ساکت کھڑی رہتی ہے)
مجھے اِن حقارت آمیز نظروں سے نہ دیکھو...... تم ایک نہ ایک دن
میری محبت کا دم بھروگی، کیونکہ محبت کی راہ تاریک اور پیچیدہ
ہوتی ہے...... کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ میں اپنے وعدوں پر قائم
رہونگا؟

نرگس جمال۔ نہیں!......

شہاب۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے، جمال، کہ اِس حقارت
و تضحیک کا سزاوار ٹھہروں۔ چونکہ تمہاری یہی خواہش ہے اِسلئے
میں قسمت پر اِس معاملہ کو چھوڑتا ہوں......

(جھاڑیوں کے پیچھے سے تکلیف کی ایک چیخ سُنائی دیتی ہے)

نرگس جمال۔ (دوڑ کر جھاڑیوں کے پیچھے پہنچتے ہوئے) سُہیل!......

سُہیل۔ جمال! ایک افعی نے مجھے ڈس لیا ہے......

نرگس جمال۔ افعی نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی ہیبت ناک جانور ہے۔ تم پر
وار کرنے کیلئے وہ سر اُٹھا رہا ہے۔ ٹھہرو میں اسے اپنے پاؤں سے کچل
ڈالوں۔ اسکے مُنہ سے کف جاری ہیں...... وہ مر گیا...... سُہیل تمہارا

رنگ زرد پڑتا جا رہا ہے۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈالکر سہارا لیلو......
ڈرو نہیں ...... میں اتنی کمزور نہیں ہوں ...... مجھے اپنا زخم دکھاؤ۔
...... سُہیل! میں یہاں ہوں ...... سُہیل! بولو! ......

شہاب (اسکے قریب آکر زخم کو غور سے دیکھتے ہوئے) زخم مُہلک ہے۔ زہر بہت آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے اور اس کا اثر غیر معمولی ہے، مایوس نہ ہو صرف مجھے اسکا تریاق معلوم ہے ......

نرگس جمال۔ سُہیل! سُہیل! بولو! میری بات کا جواب دو! ....

شہاب۔ وہ جواب نہیں دیگا۔ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔ چلی جاؤ، جمال، اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ یہ نیند قبر میں ختم ہو تو یہاں سے چلی جاؤ۔ تم اسے اس طرح دھوکہ نہیں دوگی بلکہ اس کی موت کو روک سکوگی ......

نرگس جمال۔ پہلے وہ عمل کرو جس سے اسکی زندگی اِسے واپس مل جائیگی۔

شہاب۔ (سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے) میں وہ عمل کرونگا، جمال (نرگس جمال آہستہ آہستہ باہر جاتی ہے، پلٹتی ہے اور شہاب کا ایک تحکمانہ اشارہ

پاکر وہ بالآخر باہر چلی جاتی ہے۔ شہاب سُہیل کے ساتھ تنہا رہجاتا ہے اور اسکے قریب جُھک کر اندمالِ زخم کی تدبیر کرتا ہے) بس! اب کسی بات کا خطرہ نہیں ہے، میرے بچّے! یہ سب کچھ تیری ہی مسرّت کیلئے کیا گیا ہے' کاش! یہ پہلا ہی بوسہ جو مَیں تجھے اب دے سکتا ہوں میرے قُفلِ دل کی کلید بن جائے (وہ دیر تک گرمجوشی سے سُہیل کو سینے سے لگائے رکھتا ہے۔ روحی داخل ہوتی ہے)

روحی۔ آقا ہمیں جلدی کرنی چاہیئے اور اب نیا جال پھیلانا چاہیئے۔

شہاب۔ کیا وہ اس میں پھنس جائیگا؟

روحی۔ جب جبلّت رہنمائی کرتی ہے تو انسان جال میں ضرور پھنس جاتا ہے۔ لاؤ اسکی قوّتِ مُدرکہ پر پردہ ڈال دیں۔ اسکی اُفتادِ مزاج کا رُخ پھیر دیں۔ پھر ہمیں ایک ایسا منظر نظر آئیگا جو ہمارے تبسّم کا سبب بنے گا۔

شہاب۔ میں نہیں مسکراؤنگا کیونکہ یہ منظر دردناک ہے اور میں یہ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ ایک ایسی شریفانہ اور مخلصانہ محبّت جسے اپنی کامیابی اور یکتائی کا یقین ہے، اس طرح پہلی ہی آزمائش

ہیں دھوکہ سے پائمال کر دی جائے۔
روحی۔ سُہیل آزاد نہیں ہے کیونکہ اب وہ اپنے آپے میں نہیں رہا ہے۔ گذشتہ ساعت سے میں نے اُسے اُسکی جبلّت پر چھوڑ دیا ہے.....
شہاب۔ سُہیل کو اَسیر غالب آجانا چاہیئے تھا......
روحی۔ آپ یہ اِسلیئے کہہ رہے ہیں کہ میں اطاعت پسند ہوں لیکن اُس وقت کو فراموش نہ کیجئے جبکہ میری اطاعت شعاری اس درجہ بڑھی ہوئی نہیں تھی......
شہاب۔ تم خود کو اطاعت شعار اِسلیئے سمجھنے لگی ہو کہ میں نے تم پر غلبہ پالیا ہے، لیکن اُس روشنی کے باوجود جس میں کہ میں نے تمہیں تربیت دی ہے تم میں سائنہ کا وجود باقی ہے.......
روحی۔ مقاصدِ زندگی کیلئے انسانی کمزوریاں اکثر بہت ضروری ہوتی ہیں......
شہاب۔ اگر وہ دھوکہ کھا گیا تو کیا ہوگا؟......
روحی۔ دھوکہ وہ ضرور کھائیگا۔ یہ نوشتۂ تقدیر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا نرگس جمال کی محبّت اِس آزمائش سے بالاتر تو ثابت

نہ ہوگی۔.......

شہاب۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟

روحی۔ نہیں، وہ ایک ایسا دل رکھتی ہے جو پوری طرح میرے حلقۂ علم میں نہیں ہے، جو ایک ایسے اصول پر مبنی ہے جسے میں نہیں جانتی، جو میں نے آج تک کہیں نہیں دیکھا اور جو مستقبل کو بدل ڈالتا ہے،...... میں نے اُسے رام کرنے کی کوشش کی مگر وہ صرف چھوٹی چھوٹی باتوں میں میری اطاعت کرتی ہے۔ لیکن اب وقت عمل کرنے کا ہے۔ آپ جا کر نرگس جمال کو تلاش کیجئے اور اپنے بیٹے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے، جائیے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ آزمائش کو ناقص کر دیں۔ میں اسے ہوش میں لے آؤنگی، اُس سُکر کو جس میں کہ میں نے اسے ڈبو دیا ہے میں اور بھی زیادہ گہرا اور فراموش کُن بنادونگی اور میں اُس پر ظاہر ہو جاؤنگی تاکہ میں اُس کے بوسوں کو دھوکہ دے سکوں.......

شہاب۔ (ایک ایسی آواز میں جس میں کہ ہلکی سی ملامت شامل ہے) روحی.....

روحی۔ جائیے....... مجھے اکیلا چھوڑ دیجئے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو

بوسے بچاری روحی کو دیئے جاتے ہیں اُس عارضی چمک کی طرح ہوتے ہیں جو بہتے ہوئے پانی پر فنا ہو جاتی ہے۔

(شہاب دُور چلا جاتا ہے۔ روحی مرمریں حوض کے قریب جاتی ہے اور وہاں بیدِ مجنوں کی جُھکی ہوئی ٹہنیوں میں نیم پوشیدہ ہو کر اپنے چہرے کی نصف نقاب اُٹھا دیتی ہے۔ مرمریں حوض کی سبز سیڑھیوں پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ اپنی چوٹی کھولنی شروع کرتی ہے۔ سُہیل چاروں طرف حیرانی سے دیکھتا ہوا اُٹھتا ہے)

سُہیل۔ میں کہاں سو گیا تھا؟ میرے دل میں کچھ عجیب قسم کا زہر داخل ہو گیا ہے...... میری حالت پہلی سی نہیں رہی اور میرا دماغ چکرا رہا ہے...... میں اس خُمار کا ناتواں مقابلہ کر رہا ہوں اور مجھے نہیں معلوم میں کہاں جا رہا ہوں (روحی کو دیکھتا ہے) لیکن وہ عورت کون ہے، بیدِ مجنوں کے پیچھے؟ (جُھنڈ کے قریب پہونچکر دیکھتے ہوئے) وہ حسین ہے!...... نیم عُریاں ہے اور اسکا خوبصورت پاؤں ایک مُحتاط پھول کی طرح پانی سے کھیل رہا ہے، جو مُسکرا مُسکرا کر اُس پر سے موتی نچھاور کر رہا ہے...... وہ اُسنے اپنے ہاتھ اُٹھائے

بال سمیٹنے کیلئے، اور آسمان کی روشنی اُس کے شانوں کے درمیان لوٹ رہی ہے، جس طرح مرمری ماہی کی پشت پر چمکتا ہوا پانی۔ (قریب تر آکر) وہ حسین ہے۔ بیحد حسین ...... اسے ضرور دیکھنا چاہیئے .... وہ پلٹ رہی ہے اور اُسکا عُریاں سینہ جو خمدار گیسوؤں میں سے جھانک رہا ہے اور اُن شعاعوں میں جو اس سے مُتصادم ہو رہی ہیں اور بھی شعاعوں کا اضافہ کر رہا ہے۔ وہ گوش بر آواز ہے۔ سُن سکتی ہے اور اسکی بڑی بڑی کُھلی ہوئی آنکھیں نرگس سے برسرِ پیکار ہیں...... اُس نے مجھے دیکھ لیا۔ خود کو چُھپا رہی ہے ...... بھاگنے والی ہے۔ (بید مجنوں کے جھنڈ میں سے نکل کر) نہیں، نہیں، بھاگو نہیں، ..... میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے ..... اب فرار ہونا بے سُود ہے (روحی کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے) میں ایسے حسین خواب کا نام جاننا چاہتا ہوں جو اُن سبکو ظلمت میں پھینک دیتا ہے جن سے کہ میں نے ابتک محبّت کی ہے..... میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ اس اچنبھے کو کس مُتبرک مسکن نے پوشیدہ کر رکھا تھا جسکو آغوش میں لینے کی سعادت اِس وقت مجھے حاصل ہے۔ وہ درخت، وہ غار، وہ ایوان، وہ دیواریں کونسی ہیں جو

اِس جسم کی تنویر، اِس روح کی عطر بیت اور اِن آنکھوں کی آگ کو دبائے رہیں؟...... تم کہاں پوشیدہ تھیں؟ تم جیسے ایک اندھا بھی انبوہِ کثیر میں سے تلاش کر لیگا...... نہیں، مجھے ہٹاؤ نہیں، یہ کوئی متلوّن جذبہ نہیں ہے، لمحی کیف نہیں ہے۔ یہ محبّت کی دائمی گھُمبیری ہے.... میں تمہارے قدموں پر ہوں۔ میں انکساری سے اُنھیں چھُوتا ہوں.... میں خود کو صرف تمہاری نذر کرتا ہوں..... میں صرف تمہارا ہوں۔ میں کسی چیز کا ملتجی نہیں ہوں سوائے تمہارے لبوں کے ایک بوسہ کے تاکہ ماضی کو بھُول جاؤں اور مستقبل پر مُہر لگا دوں........ اپنا سر جھکاؤ........ میں اسے اپنی جانب جھکتا دیکھ رہا ہوں، میں اسے آمادہ ہوتا دیکھ رہا ہوں اور میں اُس یادگار کا مطالبہ کرتا ہوں جسے آئندہ کوئی نہیں مٹا سکیگا (وہ دیوانہ وار اسکے لبوں کو چُومتا ہے ایک دلدوز چیخ سُنائی دیتی ہے) یہ کس کی آواز ہے؟......

(روحی اُسکی آغوش سے نکل کر بھاگتی ہے اور رُوپوش ہو جاتی ہے۔

نرگس جمال داخل ہوتی ہے)

نرگس جمال (شکستہ دلی سے) سُہیل!........

سُہیل۔ کیوں، تم کہاں سے آگئیں، جمال!.....

نرگس جمال۔ میں نے دیکھ لیا ہے اور سُن لیا ہے.......

سُہیل۔ کیا؟.....تم نے کیا دیکھ لیا؟.......اپنے چاروں طرف دیکھو.....یہاں کوئی چیز دیکھنے کی نہیں ہے.......بید مجنوں سرنگوں ہے،.......حوض میں پانی سو رہا ہے،.....قُمریاں بول رہی ہیں، کنول کِھلتے جا رہے ہیں۔ بس یہی مجھے نظر آرہا ہے، تم بھی یہی دیکھ سکتی ہو.......

نرگس جمال۔ کیا تمہیں اُس سے محبّت ہے؟.....

سُہیل۔ کِس سے؟.....

نرگس جمال۔ اُس عورت سے جو ابھی ابھی بھاگ کر روپوش ہو گئی ہے.....

سُہیل۔ میں اُس سے محبّت کیسے کر سکتا ہوں؟.....میں نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا......وہ عورت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، میرا اتفاق سے گزر ہوا......اُس نے زور سے چیخ ماری.....میں دوڑ کر اسکے پاس گیا.....معلوم ہوتا تھا کہ اسکا پاؤں پھسل گیا تھا، اور جب میں نے ہاتھ بڑھا کر اُسے نکالا تو اُس نے وہ بوسہ دیا جو تم نے سُنا......

نرگس جمال۔ کیا حقیقتاً تم خود بول رہے ہو؟.....

سُہیل۔ ہاں! میری طرف دیکھو۔ حقیقتاً اور کُلیتہً میں ہی بول رہا ہوں۔ قریب آؤ، مجھے چھُو کر دیکھو اگر تمہیں اِس میں کچھ شُبہ ہے تو.....

نرگس جمال۔ وہ ہو کہ خوفناک تھا لیکن یہ مُہلک ہے.......

سُہیل۔ کیا؟

نرگس جمال۔ کیا یہ پہلا موقعہ تھا کہ تم نے اُس عورت کو دیکھا؟....

سُہیل۔ ہاں۔

نرگس جمال۔ اِس کے بارے میں آیندہ میں کبھی کوئی ذکر نہ کرونگی...... میں اِس واقعہ کو شاید آیندہ سمجھ سکوں.... بہرحال میں معاف کرتی ہوں۔

سُہیل۔ معاف کرنے کی بات ہی کیا ہے؟......

نرگس جمال۔ کیا کہا تم نے؟.......

سُہیل۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے ایسی معافی کی ضرورت نہیں ہے جو کسی ناکردہ گُناہ سے خواہ مخواہ وابستہ کی جارہی ہو۔

نرگس جمال۔ ناکردہ گناہ؟ تو پھر جو کچھ مجھے نظر آیا تھا میں نے نہیں دیکھا اور جو کچھ میں نے سُنا تھا نہیں سُنا؟........

سُہیل۔ نہیں۔

نرگس جمال۔ سُہیل!........

سُہیل۔ سُہیل! سُہیل!......اگر تم میرا نام لے کر ایک ہزار سال اور اس سے بھی زیادہ عرصہ تک مجھے پکارتی رہو گی تب بھی اس میں کچھ فرق نہ آئیگا جس کا کہ کوئی وجود ہی نہیں تھا۔......

نرگس جمال۔ میں نہیں جانتی تمہاری اور میری محبت کے درمیان کون حائل ہو رہا ہے......آہ! میری طرف دیکھو اور میرے ہاتھ چھُو تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم کہاں ہو!.......آہ! اگر تم اسی طرح بولتے ہو تو پھر تم وہی نہیں ہو جس سے کہ میں صبح اُس حیرتناک باغ میں ملی تھی جس میں کہ میں نے اپنی روح وقف کی تھی!......نہیں! کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہے جو ہماری قوت کی ہنسی اُڑا رہی ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ سب کچھ اس طرح ضائع ہو جائے محض ایک لفظ کی وجہ سے......میں تلاش کر رہی ہوں اور بھٹکتی پھر رہی ہوں.....

پھر میں نے تمہیں دیکھا۔ اور کُل صداقت اور کُل اعتماد کو دیکھا جس طرح کوئی درختوں کے درمیان سمندر کو دیکھتا ہے......مجھے یقین تھا،

میں جانتی تھی..... محبت نے مجھے دھوکہ نہیں دیا تھا....... اب مجھے دھوکہ دے رہی ہے!...... یہ نہیں ہو سکتا کہ سب کچھ ایک ہاں یا نا پر منہدم کر دیا جائے...... نہیں۔ نہیں۔ میں یہ نہیں کر سکتی..... .....آؤ، ابھی پانی سر سے اونچا نہیں ہوا ہے.... ہم نے اپنی مسرت کو ضائع نہیں کیا ہے...... وہ ابھی ہمارے اختیار میں ہے جو اس سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتا..... تم نے ابھی ابھی جو کچھ کیا شاید دیوانگی تھی۔ میں اسے بھلا دیتی ہوں، میں اس پر ہنستی ہوں، میں نے کچھ نہیں دیکھا، میں تم سے کہہ رہی ہوں...... اس کا کوئی وجود نہیں ہے، تم ایک لفظ سے اسے مٹا سکتے ہو....... تم خوب جانتے ہو میری طرح، کہ محبت کے الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جنکو کوئی مٹا نہیں سکتا اور سب سے بڑا قصور جس کا اعتراف اظہارِ محبت کے ایک بوسہ میں کر لیا جاتا ہے ایک ایسی صداقت بن جاتا ہے جو معصومیت سے بھی حسین تر ہوتی ہے۔ مجھ سے وہ لفظ کہو، مجھے وہ بوسہ دو، حقیقت کا اعتراف کرو، جو کچھ میں نے دیکھا میں نے سنا اسے تسلیم کرو، اور پھر سب کچھ ویسا ہی بے داغ بن جائیگا جیسا کہ پہلے تھا اور مجھے وہ تمام پھر

حاصل ہو جائیگا جو تم نے مجھے دیا تھا......

سُہیل۔ میں کہہ چکا ہوں جو کچھ کہ مجھے کہنا تھا.... اگر تم میرا یقین نہیں کرتیں تو چلی جاؤ۔ تم مجھے تکلیف پہونچا رہی ہو......

نرگس جمال۔ میری آنکھوں سے آنکھیں ملاؤ.... کیا تم اُس سے محبّت کرتے ہو جو اس طرح دروغ گوئی سے کام لے رہے ہو؟.....

سُہیل۔ نہیں، مجھے کسی سے محبّت نہیں ہے اور تم سے بھی مطلق نہیں...

نرگس جمال۔ سُہیل! میں نے کیا کیا ہے؟.... شاید انجانی میں......

سُہیل۔ کچھ نہیں، یہ بات نہیں ہے.... لیکن میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تمہارا خیال تھا اور میں ویسا بننے کی پرواہ بھی نہیں کرتا...... میں بھی اور مردوں جیسا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہو جائے اور تم، جو تمہارے جی میں آئے کرو...... میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب وعدے کسی نئے خواب کے جھونکے سے منتشر ہو جائیں، اس برگِ خزاں رسیدہ کی طرح جس کو میں اپنے ہاتھ میں کچل رہا ہوں۔ .....اُف! عورت کی محبّت! مجھے اُس سے نفرت ہے.... میں بھی اور مردوں کی طرح بے وفائی اور دغابازی کی دُنیا میں اپنی زندگی

گزاروںگا...... جہاں محبّت کوئی نہیں کرتا، جہاں سب وعدے پہلی ہی آزمائش پر شکست ہو جاتے ہیں...... آہا! آنسو! ان کا آنا یقینی تھا، میں تو ان کا متوقع ہی تھا...... تم سنگ دل ہو اور تمہارے آنسو کم ہیں...... میں قطرہ بہ قطرہ انہیں گن رہا ہوں..... تمہیں مجھ سے محبّت نہیں تھی! .... محبّت جو پہلی نظر سے شروع ہوتی ہے ایسی نہیں ہوتی جس پر کہ مسرت کا دار و مدار ہو۔ بہر حال یہ وہ محبّت نہیں ہے جس کا میں متمنّی تھا...... اچھا! اور آنسو!..... اب وقت گزر چکا ہے........ تم مجھ سے محبّت نہیں کرتی تھیں۔ میں تم سے محبّت نہیں کرتا تھا........ کوئی اور بھی یہی کہتا........ کوئی اور بھی یہی سمجھ لیتا....... لیکن تم! نہیں، نہیں۔ چلی جاؤ!........ چلی جاؤ، چلی جاؤ، میں تم سے کہتا ہوں........

(نرگس جمال سسکیاں لیتی ہوئی آہستہ آہستہ جاتی ہے چند قدم چلکر وہ پلٹتی ہے، رکتی ہے، سُہیل کی طرف غمناک نظروں سے دیکھتی ہے۔ ایک دبی ہوئی چیخ اس کے منہ سے نکلتی ہے "میں تم سے محبّت کرتی ہوں" اور آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ سُہیل حیران و پریشان

لڑکھڑا کر ایک درخت کے تنے سے سہارا لیتا ہے۔)

سُہیل۔ میں نے یہ کیا کیا؟......میں اشاروں پر چل رہا ہوں....کس کے؟ مجھے نہیں معلوم......میں نے کیا کیا؟......یہ میں نہیں بول رہا...... میں نے مسرّت، ماضی و مستقبل سب کچھ کھو دیا۔ مجھے اپنے وجود پر بھی اختیار نہیں ہے......میں اُن افعال کا مُرتکب ہو رہا ہوں جن کے ارتکاب سے مجھے خود نفرت ہے....مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اور کیا ہوں......جمال!......میری جمال!.......

(سُہیل روتا ہوا اوندھے مُنہ زمین پر گر پڑتا ہے۔)

مجلسِ سوم

مجلس سوم

منظر اوّل

مقام :۔ محل میں ایک کمرہ۔

(سُہیل ایک آئینہ کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اتنا نحیف و مُضمحل، جُھکا ہوا، اور مُعمّر نظر آتا ہے کہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔)

سُہیل۔ میں کون ہوں؟ چند گھنٹوں میں میری عمر تین سو برس کی ہو گئی ...... زہر اپنا اثر دِکھا رہا ہے، اور غم بھی ...... اِس آئینہ میں میں خود کو خوف سے دیکھتا ہوں جو مجھے میری شکستہ زندگی کا عکس دِکھا رہا ہے ...... مگر یہ جھُوٹ نہیں بولتا۔ (ایک اور آئینہ کے قریب جاکر) یہ دیکھو یہ دوسرا آئینہ بھی وہی عکس دِکھا رہا ہے۔ ورنہ پھر یہ سب کے سب جھوٹ بولتے ہیں جس طرح کہ اِس عجیب و غریب جزیرہ میں ہر چیز مجھے جھوٹ بولتی اور مُنہ چِڑاتی نظر آتی ہے۔

(اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر) افسوس! آئینوں کا بیان صحیح ہے...... یہ جھرّیاں جن کو میرا ہاتھ محسوس کر رہا ہے ان شیشوں کی بدخواہی کا نتیجہ نہیں ہیں...... یہ میرے گوشت پوست میں پیوست ہیں...... اور یہ ڈراؤنے عیوب اِسپر سے ہٹائے نہیں جا سکتے۔ میں اپنی اُنگلیوں سے ان کی ناہمواری محسوس کر سکتا ہوں۔ یہ جھکے ہوئے کندھے سیدھے ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ میرے بال بے رنگ ہیں، زردی مائل راکھ کی طرح جو شعلہ کی موت پر رُونما ہوتی ہے۔ میری آنکھیں، میری آنکھیں بھی مُشکل سے خود کو پہچانتی ہیں...... پہلے یہ بڑی بڑی اور کُھلی ہوئی تھیں۔ یہ ہنسا کرتی تھیں اور زندگی کا خیر مقدم کرتی تھیں...... اب یہ چُندھیاتی ہیں اور ان کی نظریں مجھ سے اِس طرح کتراتی ہیں جس طرح کہ کسی بدمعاش کی نظریں...... میری پہلی ہیئت میں سے اب مجھ میں کچھ بھی باقی نہیں۔ میری ماں قریب سے گزُر جائیگی اور مجھے پہچانیگی بھی نہیں...... سب کچھ ختم ہو چُکا......

(ایک اونچی کھڑکی کا پردہ کھینچتے ہوئے) مجھے رُوپوش ہو جانا چاہیئے...... گھری تاریکی سے اس سب کچھ کو ڈھانک دینا چاہیئے...... (کمرہ کے ایک

تاریک گوشہ میں وہ پڑا رہتا ہے) میں شکست تسلیم کرتا ہوں..... میں اُس کا مُرتکب ہوا ہوں جس کو محبّت کبھی معاف نہیں کرسکتی...... میں اپنی زندگی بھی بالآخر اُسی طرح کھو رہا ہوں جس طرح کہ میں نے جمال کو کھو دیا...... وہ مجھے پھر کبھی نہیں دیکھے گی۔ میں اُسے پھر کبھی نہیں دیکھونگا........

(ایک دروازہ کھُلتا ہے اور نرگس جمال داخل ہوتی ہے)

نرگس جمال (تاریکی سے متحیّر ہوکر چوکھٹ پر ایک لمحہ کیلئے ٹھٹکتی ہے۔ پھر کمرے میں چاروں طرف ایک اُچٹتی ہوئی نظر ڈالتی ہے اور سُہیل کو ایک تاریک گوشہ میں پڑا دیکھکر ہاتھ پھیلائے ہوئے اُس کی طرف لپکتی ہے) سُہیل!..... گذشتہ تین دن میں نے دیوانوں کی طرح گذارے ہیں، میں نے تمہیں ہر ہر جگہ تلاش کیا۔ مجلس میں گئی....... دروازہ بند تھا اور کھڑکی بھی۔ میں کھڑکی کی دہلیز پر بمشکل تمام پہونچی تاکہ تمہارے سایہ کی ایک جھلک ہی نظر آجائے۔ میں نے آواز دی، میں چیخی مگر کسی نے جواب نہیں دیا ......لیکن تم کس قدر زرد پڑ گئے ہو اور کس قدر نحیف ہو گئے ہو!.... میں بے سمجھے بُوجھے تم سے باتیں کر رہی ہوں..... مجھے اپنے دونوں ہاتھ دو...

سُہیل- تم مجھے پہچانتی ہو؟ ......

نرگس جمال- کیوں نہیں؟ .....

سُہیل- تو پھر میں وہ نہیں ہوں ......؟ میں اب بھی پہلے ہی جیسا ہوں؟ ......مجھے دیکھو...... مجھ میں کونسے پہلے نقوش باقی ہیں؟ .... (کھڑکی کے پاس جاکر پردہ زور سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے) دیکھو! دیکھو!... تم نے مجھے کس بات سے پہچانا؟ ...... بتاؤ- کیا اِس لئے؟ ...... کیا میرے ہاتھوں سے، میری آنکھوں سے، میرے کپڑوں سے، شاید؟..

نرگس جمال- (اُسے دیکھتے ہوئے اور اُسکی آغوش میں رو کر گرتے ہوئے) آہ! تم نے کیسی تکلیف اُٹھائی ہے! ......

سُہیل- میں نے تکلیف اُٹھائی ہے، ہاں میں نے کڑی جھیلی ہی...... جو کچھ میں نے کہا، جو کچھ میں نے کیا، اسکے بعد میں اِس کا بدرجۂ اَتم مُستحق تھا...... لیکن اب یہ چیز مجھے پریشان نہیں کر رہی اور نہ کھٹک رہی ہے...... میں نشاطِ خاطر سے مرونگا اگر تم صرف ایک دفعہ اور دیکھ لیتیں، اُچٹتی نظر ہی سے سہی، اُسکو جس سے تم نے کبھی محبت کی تھی...... مجھ میں جو کچھ قدرے قلیل باقی رہگیا ہے

میں اُسی کے سہارے جی رہا ہوں...... میں خود کو چھُپانا چاہتا ہوں اپنی بپتا کو دفن کرنا چاہتا ہوں۔لیکن اس سے پہلے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم مجھے دیکھ لو تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ اگر تم اب بھی مجھ سے محبّت کروگی تو دراصل کس سے محبّت کروگی...... آؤ آؤ۔ قریب۔قریب تر...... میرے قریب نہیں بلکہ اُن شعاعوں کے قریب جو میری ذلیل ہیئت کذائی کو اُجاگر کر رہی ہیں.... ان جھرّیوں کو دیکھو، اِن مُردہ آنکھوں کو، اِن لبوں کو......

نہیں، نہیں، میرے نزدیک مت آؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو گھِن آئے......مجھ میں پہلے سے اب اتنی بھی مُشابہت نہیں ہے جتنی کہ اُس دُنیا سے واپس آنے پر بھی قائم رہتی جہاں کہ زندگی کا اب تک گزر نہیں ہوا......تم جھجک کر پیچھے نہیں ہٹتیں ہ......تم متعجب بھی نہیں ہوئیں ہ......تم مجھے اُس نظر سے نہیں دیکھ رہیں جس نظر سے کہ یہ آئینے مجھے دیکھتے ہیں ہ......

نرگس جمال۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارا رنگ زرد پڑگیا ہے اور تم تھکے ماندے معلوم ہوتے ہو......میرے ہاتھوں کو مت ہٹاؤ۔

...... اپنا مُنہ قریب لاؤ...... مجھے اپنے لب اُس سے ملانے کیوں نہیں دیتے جیسا کہ میں نے اُس دن گلستاں میں کیا تھا اور سب چیزیں ہم پر مُسکرا رہی تھیں؟...... محبّت ایسے بہت سے دنوں سے آشنا ہوتی ہے جبکہ کوئی چیز نہیں مُسکراتی۔ کیا حرج ہے اگر محبّت صرف تبسّم ہو اور ہم مصروفِ گریہ؟...... میں تمہارے بالوں کو پیچھے ہٹا رہی ہوں جو تمہارے چہرے پر چھا کر اُسے اس درجہ رنجیدہ بنا رہے ہیں...... دیکھو یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ میں نے ہمارے پہلے بوسے کے موقع پر تمہارے بال ہٹائے تھے۔ آہ! آہ! آئینوں کی کذب بیانی کا خیال نہ کرو...... وہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن محبّت جانتی ہے...... اُن آنکھوں میں زندگی پھر واپس آ چلی ہے جو مجھے دیکھ رہی ہیں...... تم خائف نہ ہو کیونکہ مجھے کسی بات کا خوف نہیں ہے۔...... میں جانتی ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور میں وہ راز معلوم کر لونگی جو تمہارے درد کی دوا ہے......

سُہیل۔ جمالؔ!......

نرگس جمال۔ ہاں، ہاں! اور قریب آؤ...... میں تم سے اُس مسرت انگیز لمحہ سے زیادہ اب محبّت کرتی ہوں جبکہ ہر چیز ہمارے اِتصال میں شریک تھی......

سُہیل۔ ہاں۔ میں یہ سمجھ گیا۔ لیکن وہ دوسری، وہ دوسری چیز!....

نرگس جمال۔ کیا چیز؟

سُہیل۔ میں جانتا ہوں کہ محبّتِ گُم گشتہ تلاش کرنے سے مِل سکتی ہے، اسکے باقیات جمع کئے جا سکتے ہیں اور تجدیدِ محبّت ممکن ہے، لیکن ہماری محبّت کے باقیات کہاں ہیں؟ اِن کا تو کوئی نشان بھی نہیں، کیونکہ قسمت کے وار کرنے اور جو حالت کہ تم دیکھ رہی ہو اِسکو پہونچنے سے پہلے میں نے اُن سبکو اپنے ہی ہاتھوں سے کُچل کر فنا کر دیا تھا جو کہ قسمت کی دستبرد سے بچ رہے تھے۔

......میں نے جھُوٹ بولا اور دھوکہ دیا۔ اور پھر عین اُس لمحہ میں جبکہ چھوٹے سے چھوٹا جھُوٹ بھی ایک ایسی فضا میں جس میں سے کہ کوئی چیز مِٹائی نہ گئی ہو ایک ایسے قصور کی نشو و نُما کرتا ہے جسکو ممکن تھا کہ محبّت معاف کر دے۔ ہماری یک دلی میں جو صداقت

تھی مُردہ ہو چکی۔ میں نے وہ اعتماد کھو دیا ہے جس میں کہ میرے کُل خیالات گھرے رہتے تھے جیسے کہ شفاف پانی اور بھی زیادہ شفاف پانی کو گھیرے رہتا ہے ...... مجھے اب اس کا یقین نہیں رہا۔ مجھے خود اپنا یقین نہیں رہا۔ مجھ میں اب کوئی ایسی پاکیزگی باقی نہیں رہی جس میں تم جُھک کر میرے سائیہ کو تلاش کر سکو...... اور میری روح میرے جسم سے بھی زیادہ غمزدہ ہے ......

نرگس جمال۔ کیا تم نے اُس عورت کو بوسہ دیا تھا؟ ......

سُہیل۔ ہاں۔

نرگس جمال۔ کیا اُس نے تمہیں بُلایا تھا؟ ......

سُہیل۔ نہیں۔

نرگس جمال۔ اور تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ مجھے دھوکہ ہوا ہو گا؟

سُہیل۔ اب تم سے کہنے سے کیا فائدہ ہو گا، جمال؟ وقت گزر چکا...... تم میرا یقین نہیں کرو گی کیونکہ تمہیں انہونی بات کا یقین کرنا پڑیگا ...... میں نیم بیہوشی کی سی حالت میں پھر رہا تھا۔ ناقابلِ شکست و فریب وہ خواب سا دیکھ رہا تھا۔ میرا دل۔ میرا شعور، میری عقلِ سلیم،

سب اپنی اپنی حقیقت سے اتنی ہی دُور تھے جتنا کہ میرا یہ مجروح جسم اپنی اصلیت سے۔ میں تم سے کہنا چاہتا تھا، بار بار یہ آوازِ بلند کہنا چاہتا تھا کہ میں جھوٹا ہوں اور اپنے بس میں نہیں ہوں۔ اور ان شرمناک الفاظ نے جنہوں نے میرے لبوں کو ملوث کیا تھا، باوصف میری انتہائی کوششِ ضبط کے، اُس اقرارِ لغزش اور دیوانہ وار محبّت کے اُن پُر جذبہ الفاظ کو دبا دیا جو میرے دل میں تمہارے لئے گردش کر رہے تھے .... میں نے اتنی شدید کوششیں کیں کہ میرا گلا پھٹ جاتا اور میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مگر میں نے اپنی بے وفا آواز کو اپنے اظہارِ منشاء مافی الضمیر سے باغی پایا اور میرے بازو، میرے ہاتھ، میری آنکھیں، میرے بوسے تابِ مقاومت نہ لا سکے۔ کیونکہ سوائے میری روح کے، جسکو تم نہیں دیکھ سکیں، میں خود کو ایک ناقابلِ تردید و ناقابلِ فہم مُخاصمانہ قوّت کا شکار پاتا تھا!...

نرگس جمال۔ لیکن نہیں! میں نے اُسے دیکھ لیا تھا...... اور مجھے فوراً ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ تم نہیں تھے جو جُھوٹ بول رہے تھے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں........

سُہیل۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟......

نرگس جمال۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں......

سُہیل۔ لیکن میں کیا ہوں، جمال؟ مجھ میں تم کس چیز سے محبت کرتی ہو؟ میں نے تمام اُن چیزوں کو آلودۂ معصیت کر دیا ہے اور اوروں نے تباہ و برباد کر دیا ہے جن سے تمہیں کبھی محبت تھی.....

نرگس جمال۔ مجھے تم سے محبت ہے......

سُہیل۔ مجھ میں کیا باقی رہا ہے؟...... یہ ہاتھ جو اپنی طاقت کھو چکے ہیں۔ یہ آنکھیں جن میں اب چمک باقی نہیں ہے۔ یہ دل جس نے محبت سے بے وفائی کی......

نرگس جمال۔ تم۔ تم اب بھی وہی ہو۔ سوائے تمہارے اور کوئی نہیں ہے...... جب تک کہ تم مجھے حاصل ہو، مجھے اِس سے کیا واسطہ کہ تم کون ہو...... آہ! میں نہیں جانتی کہ کس طرح اپنے خیالات کی ترجمانی کروں...... جب کوئی ہستی اِس طرح مبتلائے محبت ہوتی ہے جس طرح کہ میں تمہاری محبت میں مُبتلا ہوں تو وہ اندھی ہوتی ہے اور بہری کیونکہ وہ کچھ اور دیکھتی ہے اور کچھ اور سُنتی ہے......

جب وہ کسی سے اس طرح محبّت کرتی ہے جس طرح کہ میں تم سے محبّت کرتی ہوں تو وہ اپنے محبوب کے قول، اسکے فعل اور اسکے کردار سے محبّت نہیں کرتی بلکہ صرف اُس کی ذات سے، جو گردشِ ایام و مصائب و آلام میں سے گزرنے کے باوجود سدا ایک سی رہتی ہے۔...... وہ صرف اس کی ذات ہے، وہ صرف تمہاری ذات ہے جس میں کوئی تغیّر نہیں ہو سکتا سوائے اِسکے کہ محبّت میں اور بھی اضافہ کر دے...... وہ جو کہ کُلّیتاً تم میں ہے، تم کُلّیتاً اُس میں ہو، تم جسے میں دیکھ رہی ہوں، جسے میں سُن رہی ہوں جسے میں ہر وقت سُنتی رہتی ہوں اور جس سے میں ہمیشہ محبّت کرتی ہوں۔

سُہیل۔ جمال!......

نرگس جمال۔ ہاں، ہاں، مجھے گلے لگاؤ، مجھے اپنی آغوش میں کچل ڈالو...... ہمیں کشمکش کرنی پڑیگی، ہمیں مصیبتیں برداشت کرنی پڑینگی ہم یہاں ایک ایسی دُنیا میں ہیں جو پھندوں سے بھری پڑی ہے.... ہم صرف دو ہیں، لیکن ہم محبّتِ مجسّم ہیں......

منظرِ دوم

مقام۔ کنجِ چمن۔

(ایک سرسبز و شاداب پشتہ پر نرگس جمال محوِ خواب ہے محرابوں پر بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور پھول کھلے ہوئے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ قریب ہی ایک فوّارہ دھیمی آواز سے چھُوٹ رہا ہے۔ چاند چمک رہا ہے۔ رُوحی داخل ہوتی ہے)

رُوحی۔ وہ سو رہی ہے۔ انفاسِ چمن خاموش ہیں اسکی صدائے تنفُّس سُننے کے لئے اور صرف بُلبُل جسکو رات نے چاندی میں نہلاکر بھیجا ہے اس کی نیند کو خوشگوار بنا رہی ہے........ وہ کتنی حسین اور مطمئن ہے اور کیسی پاکیزہ نظر آرہی ہے، اُس پانی سے بھی ہزار گُنی پاکیزہ جو سامنے بہہ رہا ہے، برف کے تودوں میں، دُودھیالی برف میں سے، جو زرد پتّیوں کے نیچے گا رہی ہے...... اُسکے خوبصورت بال پھیلے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے مُنجمد سیلابِ نور، اور چاند

یہ نہیں بتا سکتا کہ اُس سونے کا کون مالک ہے جو اُس نیلاہٹ میں آمیز ہو رہا ہے جس میں کہ اسکی کرنیں تیر رہی ہیں ...... اسکی پُرنور آنکھیں بند ہیں تاہم وہ روشنی جو ستاروں میں سے گر رہی ہے اُس کے پیارے پیارے پردہ ہائے چشم کو کانپ کانپ کر اُٹھا رہی ہے تاکہ ان کے پیچھے گذشتہ خوشگوار دن کی آخری یادگار کو تلاش کرے۔ اُس کا مُنہ ایک تر و تازہ متنفّس پھول ہے اور پھولوں نے اپنے کٹوریاں شبنم سے بھر بھر کے اُس کے شانوں پر اُلٹ دی ہیں تاکہ اُسے بھی اُن موتیوں کا حصّہ پہونچ جائے جو رات خاموشی میں اُن برکتوں کے نام پر تقسیم کرتی ہے جو دُنیا کے خزانوں پر نازل ہوتی ہیں۔ آہ! جمال، جمال، میں ایک پریشان روح ہوں جو رات کو بھٹکتی پھرتی ہے۔ تم سے بھی زیادہ بھٹکی ہوئی کیونکہ باوصف اپنی دُوربینی اور اُس قُرب کے جو مجھے مدفنِ مسرّت سے حاصل ہے، میں خود اپنی مالکہ نہیں ہوں۔ میں اپنے آقا کی اطاعت کرتی ہوں۔ میں کچھ نہیں دے سکتی سوائے ایک ناویدنی بوسے کے، جو تمہیں جگا نہیں سکتا اور جو میرا ہے بھی نہیں۔ لیکن

میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ محبت کرتی ہوں جس طرح کہ ایک ناخوش تنر بہن اُس سے محبت کرتی ہے جسے محبت نے پہلے منتخب کر لیا ہو میں تم سے محبت کرتی ہوں اور میری وہ تمام خواہشیں تمہیں گھیرے رہتی ہیں جن کا تذکرہ انسانی دُعاؤں میں نہیں ہوتا۔ اور میری یہ آرزو تھی کہ میرا آقا تم سے ذرا پہلے ملا ہوتا قسمت سے پیشتر، جس نے اُس ساعت کا تعیّن کر دیا جو تیزی سے قریب لا رہی ہے اُس آنسوؤں بھرے مُستقبل کو جو اُس کی اور اُس کے ساتھ میری پذیرائی کا منتظر ہے...... میں اپنی بے اثر و پریشان محبت کو تمہاری پُر سکون نیند پر چھائے دیتی ہوں۔ لو یہ ہے صرف وہ بوسہ جو میں تمکو دے سکتی ہوں..... اُف! وہ خود، جس کی میں بے اختیار و مُطیع پرچھائیں ہوں، وہ خود یہاں آکر تمہارے لبوں کو کیوں نہیں چُومتا جو میرے لبوں کو اس طرح مدعو کر رہے ہیں جس طرح ہر حسین شئے راز کو دعوت دیتی ہے......

(وہ نرگس جمال کی پیشانی کو بوسہ دیتی ہے)

نرگس جمال۔ (نیند میں) سُہیل!.......

روحی۔ ایک اور...... آخری، جبکہ ہم اُس کنوئیں سے شاد کام ہو رہے ہیں جس کی محافظت فرشتے کر رہے ہیں، فرشتے جو وقت اور فصل کے رازدار ہیں، وہ کنواں جس کے کنارے ہم پھر کبھی آرام نہیں کر سکینگے........

نرگس جمال۔ (نیند میں۔ جیسے کوئی خواب میں باتیں کرتا ہے) کیا تم سُہیل ہو؟... صبح کے تنفّس میں تمہارے لب کس قدر شیریں ہیں.... میں اُن پھولوں سے بیہوش ہوئی جا رہی ہوں جو بہشت سے برس رہے ہیں.......

روحی۔ نیند میں با وفا اور خوابوں میں بھی مُستقل!...... رات کے عفریت اُس محبّت میں سے کچھ نہیں چرا سکتے جو کسی دل کے ماضی اور مُستقبل کو رنگین بناتے ہوتے ہو...... آہ! میرے آقا اور باپ!..... یہ ہے وہ جس کا نوشتۂ تقدیر تمہارے مُستقبل کو خطرناک بنا رہا ہے اور جس کے مُسخر کرنے کی تمنّائے لاحاصل تمہارے دل کی واحد آرزو ہے...... اے آقا! اگر تم مُصر ہو تو اب بھی وقت باقی ہے، اور مسرّت یہاں موجود ہے۔ تمہارا کام صرف

اِسے حاصل کرنا ہے...... وہ تمہارے اور تمہارے بیٹے کے درمیان بے اطمینانی سے جنبیاں ہے۔ صرف ایک اشارہ اُسے ہمارے لئے مخصوص کرسکتا ہے...... یہاں آؤ۔ نرگس جمال تمہاری ہے۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ میں تمہیں بُلا رہی ہوں...... میں جانتی ہوں میرا فیصلہ صحیح ہے۔ انسان کو اپنی زندگی سے مُنہ نہیں موڑنا چاہیئے اور نہ اپنی محبوب ہستیوں کو بچانے میں اپنی جان تباہ کرنی چاہیئے۔

شہاب۔ (دُور سے خفگی آمیز لہجہ میں) روحی!......

(شہاب ایک لمبے لبادہ میں لپٹا ہوا داخل ہوتا ہے)

روحی۔ میں تمہاری ترجمانی کر رہی ہوں اور میری آواز تمہاری آواز ہے۔ ...... میں تمہارے دل کی نمائندگی کر رہی ہوں، جو دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور اقرار کرنے کی جرأت نہیں رکھتا...... تمہیں اس متعیّنہ لمحہ میں اِس سوتی عورت سے ملنا تھا تاکہ اُس سے بچ سکو جو تمہارے بڑھاپے کو تباہ کرنے والا ہے......

شہاب۔ خاموش، اب کچھ نہیں ہو سکتا......

روحی۔ نہیں۔ ابھی وقت باقی ہے۔ صرف یہی ایک لمحہ۔ اور تمہاری

قسمت کا فیصلہ تمہارے اُس عمل پر موقوف ہے جو تم سے اب معرضِ ظہور میں آئیگا........

شہاب۔ جاؤ، مجھے لالچ نہ دو، ورنہ میں پھر تمہیں تمہاری بے حس تاریکی میں پھینک دونگا۔ میں نے تمہیں اُس میں سے اِس لئے نکالا تھا کہ تم میری آنکھیں کھولدو نہ کہ مجھے گمراہ کرو.......

روحی۔ اُس جبلّی قوّت پر کان دھرنا جو انسانی بہبودی کا واحد ذریعہ ہو گمراہی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا...... اُن خوفناک لوگوں کا خیال کرو جو ضاربہ تمہارے لئے تیار کر رہی ہے۔ ضاربہ جس سے تمہیں محبّت کرنی پڑیگی اگر نرگس جمال درخورِ محبّت نہیں ہی....

شہاب۔ ضاربہ؟...... کیا یہ اسی زندگی میں ہے یا کسی اور دُنیا میں کہ یہ نام، میرے رازدار دل میں دیوانگی، غم اور نگوں ساری کے ناموں کی طرح گونج رہا ہے؟......

روحی۔ نہیں، یہ اِسی زندگی میں ہے، صرف اِسی ایک زندگی میں جو تمہاری ہے..... یہ اُس روح کا نام ہے جو تقدیر آباد میں، جہاں تمہاری قسمت تمہیں لیجارہی ہے تمہاری مُنتظر ہے تاکہ تمہارے

بڑھاپے کو منتشر کردے...... میرے آقا! میں اسے دیکھ رہی ہوں.... ہوشیار رہو، وہ قریب آ رہی ہے اور تمہارا دل جیت کر رہیگی ...... جونہی یہ محبّت، ایسی پاکیزہ، ایسی پُرصحت، بے اثر ہوگی اُسکی محبّت تاریکی میں سے رینگتی ہوئی مکمل آئیگی...... آقا! میں تم سے التجا کرتی ہوں...... میری آنکھیں اس کے غمزوں کو شمار کر رہی ہیں...... وہ اپنے اُن ہاتھوں سے تم کو آغوش میں لے رہی ہے جو محبّت کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ وہ تمہاری طاقت، تمہارے شعور اور تمہاری دانشمندی کو سلب کر لیتی ہے۔ بالآخر وہ تم سے تمہاری قوّت کا راز چھین لیتی ہے اور ایک مخمور بُوڑھے انسان کی طرح تم زمین پر گر پڑتے ہو...... پھر وہ تمہیں عُریاں چھوڑ کر تمہاری ہنسی اُڑاتی ہے اور مُنہ چڑاتی ہے۔ کھڑی ہو جاتی ہے اور ہم پر اُس مُہلک قعر کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔ جو پھر کبھی نہیں کھُلیگا...

شہاب۔ تو کیا وہ کسی طرح ٹالے نہیں ٹلیگی؟......

روحی۔ تم بھی میری طرح جانتے ہو کہ تمہارے کسی معاملہ میں مجھے دہوکہ نہیں ہوتا...... آقا! میں تم سے التجا کرتی ہوں، تمہارے لئے

اور اپنے لئے کہ میرا وجود محض تمہاری ہستی سے وابستہ ہے، یہ ساعت پھر کبھی نہیں آئیگی .... زندگی کا انتخاب کرلو........ وہ اب بھی خود کو پیش کررہی ہے اس لئے وہ ہماری ہے، اور تمہارا اُس پر حق ہے ....

شہاب۔ نہیں، یہ بالکل بیکار ہے ......اور پھر مجھ سے یہ کبھی محبّت نہیں کریگی ....

روحی۔ یہی کافی ہے کہ تم اُس سے محبّت کرتے ہو اور وہ جس سے یہ محبّت کرتی ہے اب تمہارے راستہ میں حائل نہیں ہے...... یہ ہے وہ جو مَیں دونوں مُستقبلوں میں دیکھ رہی ہوں.....

شہاب۔ (پیشانی سے اضطراب کا پسینہ پونچھتے ہوتے) خاموش رہو، میں خود جانتا ہوں ....اور نوشتۂ تقدیر یہ تھا کہ اِس بچّہ سے محبّت کرکے میں اپنی زندگی بچا سکتا تھا۔......نرگس جمال میرے لئے نہیں ہے، اور میرا وقت گزر چکا ہے .... یہ اُن کا وقت ہے جو آئے اور مِل گئے وقت کے حُکم کے مطابق، زندگی کے حُکم کے مطابق...... جاؤ، جاؤ، میں کہتا ہوں (روحی اپنا مُنہ چُھپا کر خاموشی سی چلی جاتی ہے)

میں اپنے حصّہ سے دست بردار ہوتا ہوں، اور یہ محض تیری وجہ ہی، میرے بچے، کہ میں اِس آزمائش کو پورا کرتا ہوں (وہ اپنا لبادہ اُتار دیتا ہے اور زیادہ اُونچا اور جوان نظر آتا ہے۔ لباس سُہیل سے ملتا جُلتا ہے اور صورت شکل میں بھی قریبی مشابہت ہے۔ نرگس جمال کے قریب آتے ہوئے) آہ! میری معصوم جمال!...... تمہیں بھی مصائب برداشت کرنے پڑینگے تمہیں اور بھی زیادہ دُشواریوں سے دوچار ہونا پڑیگا کیونکہ قسمت تمہارے آنسوؤں میں چُھپی ہوئی ہے، لیکن اُن تکلیفوں کی اہمیت ہی کیا جو محبّت میں جھیلنی پڑتی ہیں؟...... میں نے اپنی زندگی میں جتنی خوشیاں دیکھی ہیں اُن سبکو ان شدید ترین مسرّت انگیز غموں کے بدلے میں دینے کے لئے تیار ہوں (نرگس جمال پر جُھک کر) روحی نے سچ کہا تھا۔ اُن ساعتوں اور دِنوں کو پیا کرنے کے لئے مجھے صرف ایک جُنبش کرنی ہے جس سے مجھے اُس بھیانک انجام سے نجات مِل جائیگی جو قسمت نے میرے لئے مقرر کر رکھا ہے، ہاں، مگر یہ جُنبش اُسکی بربادی کا سبب ہوگی جسے میں اپنے سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ جسے وقت نے اُس محبّت کے لئے منتخب کر لیا ہو،

جس کی میں آس لگائے بیٹھا تھا...... آہ! جب اِس طرح ہمارے ہاتھ میں اپنی اور کسی دوسرے کی مسرّت ہوتی ہے، جب ہمیں اِن دونوں میں سے ایک کو کچلنا ہوتا ہے تاکہ دوسری پھلے پھولے، تب ہی ہمیں اِس کا احساس ہوتا ہے کہ وہ جڑیں کس قدر گہری اُتری ہوئی ہیں جنہوں نے ہمکو دُنیا سے وابستہ کر رکھا ہے، اُس دُنیا سے جس پر ہم تکلیفیں جھیل رہے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جبکہ زندگی مافوق الانسانی طور پر چیختی ہے تاکہ اس کی آواز سُنی جائے اور اُسکے حقوق تلف نہ ہونے پائیں...... لیکن یہی وہ وقت بھی ہوتا ہے جبکہ ہمیں ایک اور آواز پر بھی کان دھرنے پڑتے ہیں، ایسی آواز جس میں کوئی خاص یا یقینی پیغام نہیں ہوتا، جس میں کوئی خوش انجام وعدہ نہیں ہوتا اور جو صرف ایک سرگوشی ہے زندگی کی بے ہنگام چیخوں سے زیادہ مُتبرک......

سُہیل اور جمال! تم ایک دوسرے سے محبّت کرو۔ مجھ سے محبّت کرو کیونکہ میں نے تم سے محبّت کی ہے۔ میں نحیف و مُضمحل ہوں اور دوسروں کی طرح میں بھی حصولِ مسرّت کے لئے بنا ہوں۔ میں بھی اپنے حصّہ سے

بغیر کسی کشمکش کے دست بردار نہیں ہو رہا...... میرے بچّو! ایک دوسرے سے محبّت کرو۔ میں اُس ہلکی آواز کو سُن رہا ہوں جس میں کوئی پیغام نہیں ہے لیکن دراصل یہی سچّی آواز ہے......

(شہاب نرگس جمال کے آگے جُھک کر اُسکی پیشانی چومتا ہے)

نرگس جمال (چونک کر جاگتے ہوئے) سُہیل!......

شہاب۔ ہاں۔ میں ہوں۔ تاریکی نے مجھے تم تک پہونچا دیا، اور میں تمہیں ایک نئے بوسہ سے جگانے آیا ہوں تاکہ تم......

نرگس جمال۔ (اُچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے اور خوفزدہ ہو کر اُسے دیکھتے ہوئے) تم کون ہو؟........

شہاب۔ (ہاتھ پھیلا کر دعوتِ آغوش دیتے ہوئے) تم جانتی ہو جمال میں کون ہوں اور محبّت نے تمہیں بتا دیا ہوگا......

نرگس جمال۔ (غصّہ سے پیچھے ہٹتے ہوئے) اُف! مجھے مت چھونا ورنہ اس بھیانک خواب کو ختم کرنے کے لئے میں موت کا وسیلہ ڈھونڈونگی...... میں نہیں جانتی آج کی رات کیسے کیسے عفریتوں کو اپنے تاریک دامن میں لئے رہی لیکن یہ اُن سب میں، مکروہ کمینہ

اور اسفل ترین ہے جسے اُس نے تاریکی کے تہ دامن یہاں بھیجا ہے۔ مجھے ابتک اِس پہ یقین نہیں آتا کہ میں جاگ رہی ہوں یا خواب دیکھ رہی ہوں؟ جاگنے کی کوشش میں میں اپنی آنکھوں کو مجروح کر رہی ہوں۔ آہ! میرے قریب مت آؤ۔ پیچھے ہٹو چلے جاؤ... تم مجھے ہیبت زدہ کر رہے ہو......

شہاب۔ میری طرف دیکھو، جمال! ......میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا اور بلاشبہ نیند تمہیں ستا رہی ہے......

نرگس جمال۔ وہ کہاں ہے؟......

شہاب۔ جاگو۔ ہوشیار ہو جمال!......

نرگس جمال۔ وہ کہاں ہے، اور تم نے اسکے ساتھ کیا کیا؟......

شہاب۔ وہ وہیں ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ اور اگر تمہاری آنکھیں تمہیں دھوکہ دے رہی ہیں......

نرگس جمال۔ کیا تم نہیں جانتے میں اُسے ہر وقت یہاں رکھتی ہوں جو تمہیں دیکھ رہی ہیں اور اُس میں اور تم میں تقابل کر رہی ہیں......کیا تم نے میرے دل میں اُسے نہیں دیکھا جو یوں اُٹھی

نقل اُتار کر آئے ہو...... تم اس کے پہلو بہ پہلو۔ تم اُسکے لباس میں اور اُسکی وضع میں! آہ! یہ ایسا ہی ہے جیسے موت حیات بننا چاہے!
......لیکن اگر تم جیسے بیس ہزار بھی اُس سے مشابہ ہوں اور وہ خود بھی اگر آج وہ نہ رہے جو کل تھا تب بھی میں اُن بیس ہزار عفریتوں کو ٹھکرا کر اُس ایک انسان کے پاس پہونچ جاؤنگی جو اور خوابوں میں سے ایک خواب نہیں ہے...... نہیں، سایہ میں چھپنے کی کوشش مت کرو...... اب پیچھے ہٹنا بے سود ہے۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے اور جانتی ہوں تم کون ہو...... میں تمہاری ساحری سے واقف ہوں، اور میں اُن کی کیسی ہنسی اُڑاؤں اگر یہ خوف دامنگیر نہ ہو کہ تم نے اُس کی دلکش اور ناقابلِ فہم وضع قطع غصب کرنے میں اُس پر ظلم توڑے ہونگے...... تم نے اسکے ساتھ کیا کیا ہے؟... وہ کہاں ہے؟...... میں تم سے پوچھ کر رہی ہونگی...... مجھے بغیر بتائے تم یہاں سے نہیں جا سکتے........ (شہاب کا ہاتھ پکڑ کر) میں تنہا ہوں میں نیم جاں ہوں...... لیکن میں مُصر ہوں۔ میں اصرار کر رہی ہوں ......میں پوچھ کر رہی ہونگی...... میں جان کر رہی ہونگی!......

شہاب- میں تم سے اسدرجہ محبّت کرتا ہوں جمال، کہ اُسوقت تک اُسے کوئی تکلیف نہیں پہونچا سکتا جب تک کہ تم اُسکی محبّت کا دم بھر رہی ہو...... اِس لئے اُسے کسی بات کا خطرہ نہیں ہے۔ ...... اور تم مجھ سے خائف نہ ہو...... میں یہاں اِس لئے نہیں آیا ہوں کہ تاریکی سے فائدہ اُٹھاکر تمہارے دل کو فریب دوں۔ میں یہاں ایک اور مقصد سے آیا تھا...... میری سُنو جمال! تمہارا مُخاطب اب نہ تو رقیب ہے اور نہ کوئی مہجورِ عاشق۔ بلکہ ایک دُور اندیش اور متفکر باپ ...... اُسکے آنے سے پہلے جس نے تمہارے دل پر فتح پائی، اور ایسی فتح کہ آج تک کسی مرد نے کسی عورت پر نہیں پائی ہوگی، اب مجھے اقرار ہے میں نے مسرّت کی ایک ایسی جھلک دیکھی تھی جس کا تعاقب زندگی کی اِس ڈھلتی چھاؤں میں بے سود ثابت ہوتا ہے...... آج میں دست کش ہوتا ہوں، بوجھل دل سے، مگر خوش نیتی سے...... میں جانتا ہوں تم اُس غریب عطیل الحواس سے کس قدر محبّت کرتی ہو۔ جسے نحس اتفاق نے تمہاری راہ میں لا ڈالا...... اور میرے بیان کو

غلط نہ سمجھنا، میں اُس کا ذکر نفرت یا جوشِ رقابت سے نہیں کر رہا لیکن ساتھ ہی عدم دل شکستگی سے اُس دہشتناک زمانۂ مُستقبل کو یاد نہیں کر سکتا جو تمہارے لئے وہ تیار کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود تمہاری ناراضگی کے خوف کے میں تمہیں اُس کی طرف سے مُتنبہ کرنے پر مُصر ہوں۔ مجھے سوائے اسکے اور کسی بات کی پرواہ نہیں کہ تم کو ایک ایسی رنجیدہ محبّت سے مُنحرف کر دوں جس میں کہ آنسوؤں اور پریشانی کے علاوہ اور کوئی تمہارا مُنتظر نہیں...... مجھے اپنی پذیرائی کی کوئی اُمید نہیں...... میں تم سے اس کا سوالی نہیں ہوں کہ بجائے اُسکے تم مجھ سے محبّت کرنے لگو...... تم نے مجھ پر پوری پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ یہ ناممکن ہے...... میری خواہش صرف یہ ہے کہ تم اس سے محبّت کرنی چھوڑ دو، یہ ہے، یہ ہے صرف وہ جس کا میں قسمت کی مہربانی سے مُلتجی ہوں...... اور آج کی رات قسمت میری التجاؤں کو قبول کریگی......

نرگس جمال۔ کس طرح؟......

شہاب۔ آزمائش سخت اور المناک ہے۔ میں بخوشی تمہیں اس سے

بچا دیتا لیکن تم خود مجھ سے بہتر جانتی ہو کہ بعض مفید مصیبتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن سے دامن بچانا شرمناک ہوتا ہے..... تمہارا صرف ایک اشارہ دُنیا کو اُلٹ دینے کیلئے کافی ہوگا..... اِس گردن کی، جو اَب تک دلگیری سے خمیدہ نہیں ہے، ایک جُنبشِ خفی، اِن آنکھوں کی جو اعتماد و معصومیت سے لبریز ہیں صرف ایک نظر، اُس حسین ترین شے کو میری نظروں میں مسخ کر سکتی ہے جو محبّت نے عورت کے دل میں پیدا کی ہے..... لیکن یہ ہونا ہے..... یہ ٹھیک ہوگا، بہتر ہوگا کہ یہ شے آج ہی اُن آنسوؤں میں محوّ ہو جائے جن کا خشک کرنا ابھی ممکن ہو سکتا ہے، کیونکہ بعد میں اِسے اُن غموں میں غرق ہونا پڑیگا جن کا تدارک کسی چیز سے نہ ہو سکیگا.....

نرگس جمال۔ اِس سے تمہارا مطلب کیا ہے؟......

شہاب۔ یہ کہ اِس لمحہ جبکہ تمہارے دل کی ہر چیز بے داغ اور سچّی، شفّاف اور تندرست ہے، جبکہ تمہاری رُوح کی کُل نرمل خوبیاں، تمہارے دوشیزہ خون کی کُل صداقت، کُل وفاداری اور کُل معصومیت کا رُخ اُس کی جانب ہے جسکو تم نے سب سے زیادہ پاکیزہ، سب سے زیادہ

مسرور بنانے کے لئے منتخب کیا ہے، وہ اِس لمحہ وہاں ہے، ہمارے پیچھے، اِس پشتے سے دو قدم کے فاصلہ پر، اُن پتّوں کی آڑ میں جنکو وہ ناقابلِ نفوذ سمجھتا ہے، اُس عورت سے ہم آغوش ہے جسکو تم نے کل بچشمِ خود دیکھا تھا، اُس نے اُس بے مثل محبّت کو ملوث کر دیا ہے جو تم نے اُسی کو دی تھی......

نرگس جمال- نہیں!......

شہاب- تم نہیں کیوں کہتی ہو بغیر دیکھے؟......

نرگس جمال- کیونکہ اُسکا اور میرا وجود جُدا گانہ نہیں ہے......

شہاب- میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ میرے کہے پر یقین کر لو۔ میں تم سے صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ مُنہ پھیر کر دیکھو......

نرگس جمال- نہیں......

شہاب- کیا تمہیں اُن دونوں کی مِلی جُلی آوازیں اور بوسوں کی تکرار کے مدھم گیت سُنائی دے رہے ہیں؟......

نرگس جمال- نہیں......

شہاب- اپنی آواز اُس ارتکابِ جُرم میں حائل ہونے کیلئے بلند مت کرو

جسکو تم دیکھنا نہیں چاہتیں...... وہ تمہاری آواز نہیں سُنینگے.... وہ صرف اپنے لبوں کی صدا سُن رہے ہیں..... مگر پلٹ کر دیکھو جمال! میں تم سے استدعا کرتا ہوں...... تمہاری زندگی خطرہ میں ہے اور وہ کُل مسرت بھی جس کی تم مستحق ہو...... اگر تم میں اسکی پذیرائی کی قوّت موجود ہے تو اُس حقیقتِ مُقدّم کو مت ٹُھکراؤ جو تمہیں بچانے آئی ہے۔ اس کی تردید کرکے تم آنسو بہاؤگی اور پھر وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا...... لیکن دیکھو!...... دیکھو!..... تمہیں مُنہ پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں...... تمہارا ستارہ تم پر مہربان ہے اور حقیقتیں عُریاں کرنے میں انتھک ہے........ اپنی آنکھیں مت بند کرو! وہ اُنہیں کھولنے آرہا ہے..... دیکھو!..... ان کے بازوں کا سائہ جسکو چاندنی نے طویل کردیا ہے اُس محراب پر سے رینگ کر تمہارے گھٹنوں کو ڈھنک رہا ہے!...... اپنی آنکھیں کھولو! دیکھو!...... وہ تمہاری تحقیر کرنے آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ تمہارے لبوں کی جانب چڑھ رہا ہے!......

نرگس جمال۔ نہیں۔

شہاب۔ میں تمہاری منشا سمجھ گیا، جمال! میری موجودگی میں تم اپنی ہزیمت خوردہ محبت کا اعتراف نہیں کروگی۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں تنہا چھوڑتا ہوں، تمہارے فرض کے رُوبرو، تمہاری قسمت کے رُوبرو۔۔۔۔۔۔ اِس نوع کا ایثار کسی گواہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ سکوت کا مطالبہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ حقیقت وہاں موجود ہے۔ اُس سے اجتناب بزدلانہ ہے۔۔۔۔۔۔ جب تم تنہا ہوگی تو تمہیں خود معلوم ہوجائیگا کہ اس کا مقابلہ کس طرح کیا جاتے۔۔۔۔۔۔ ابھی وقت باقی ہے۔۔۔۔۔۔ میں تمہاری تعریف کرتا ہوں، جمال۔۔۔۔۔۔ تمہاری زندگی اور تمہاری مسرت تمہاری ہمت کو آواز دے رہی ہیں اور صرف ایک نظر پر موقوف ہیں۔۔۔۔۔۔

(شہاب چلا جاتا ہے۔ نرگس جمال نشستہ پر کچھ دیر تک ساکت بیٹھی رہتی ہے آنکھیں پھٹی ہوئیں اور نظریں سامنے ہوا میں گڑھی ہوئیں۔ پھر وہ اٹھتی ہے۔ سیدھی کھڑی ہوجاتی ہے اور بغیر رُخ پھیرے آہستہ آہستہ چلی جاتی ہے)۔

میں آؤ..... دیکھو ، دیکھو یہ میرے ہاتھ ہیں جو تمہارے سر کو سہارا دے رہے ہیں..... میں تمہارے بالوں پر ہاتھ پھیرتی ہوں تو کیا تم میرے ہاتھوں کو پہچانتے ہو؟..... جب ہم خوش تھے تو تم مجھ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ ان پیارے ہاتھوں کا لمسِ خفیف بھی تمہاری روح کو بہشت کی بڑی سے بڑی مسرت سے کنارہ کش کر کے واپس بلا سکتا ہے..... تاریک سے تاریک گہرائیوں میں سے..... نہیں ، نہیں ، تمہاری روح وہاں نہیں ہو سکتی..... مگر اس کا سر جھک رہا ہے ، اس کا ہاتھ بے جان ہو کر گر پڑا ، اس کی انگلیاں مجھے اس سنگِ مرمر سے بھی زیادہ سرد معلوم ہوتی ہیں (پلنگ کے ایک پائے کو غیر ارادی طور پر چھوتے ہوتے) نہیں ، یہ بات نہیں ہے..... لیکن مجھے جاننا چاہیئے..... اور اسکی آنکھوں میں اب..... (اس کا سر اُٹھاتے ہوئے) یہ اس کی آنکھیں مدھم ہیں یا میری؟..... نہیں ، یہ ناممکن ہے!..... نہیں ، نہیں ، میں یہ نہیں مانوں گی ، ہاں! میں تمہارے لب کھولوں گی!..... (اپنے لبوں کو سہیل کے لبوں پر رکھ دیتی ہے) سہیل! سہیل! میری زندگی کی کُل سرگرمیاں تمہارے دل میں اُتر جائینگی..... ڈرو مت ڈرو مت!

مجلسِ چہارم

۲۵۹۰۹

میں اکیلی نہیں رہ سکتی، میں قریب آتی ہوئی موت کا مقابلہ تن تنہا نہیں کرسکتی..... اگر کوئی نہیں آیا تو اس کا انجام فتح پر ہوگا........ مدد! مدد!..... تجھے میری امداد کرنی پڑیگی...... زندگی کو میری مدد کرنی پڑیگی ورنہ اب یہ ممکن نہیں اور ہمیں پسپا ہونا پڑیگا....

(سُہیل کے بیجان جسم پر روتی ہوئی گر پڑتی ہے، شہاب داخل ہوتا ہے)

شہاب۔ میں آگیا ہوں، جمال!......

نرگس جمال۔ (اُٹھتے ہوئے، گویا اُسکے قریب جانا چاہتی ہے، لیکن سُہیل کو اپنی آغوش میں گرمجوشی سے لئے ہوئے) اچھا تم ہو..... تو تم آئے ہو..... بالآخر اور اور زندگی آگئے..... اِسکو دیکھو!...... دیکھو!... یہ پیچھے گرا جارہا ہے..... میں خود کو تمہارے قدموں میں ڈالتی ہوں..... ہاں، ہاں، تم سب کچھ کرسکتے ہو! اور میں نے ہر بات میں تمہیں غور سے دیکھا ہے...... ایسے لمحوں میں جیسا کہ یہ ہے ہر شخص اس تاریکی کی گہرائیوں میں بھی صاف صاف دیکھ سکتا ہے، جس میں سے کہ دُنیا کبھی نہیں گزری..... آہ! میں تم سے التجا کرتی ہوں، مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہیئے...... میں اب نرگس جمال نہیں رہی

۸۲۴
Z-۵۳۴

مجلسِ چہارم

مقام۔ محل کا ایک کمرہ۔

(کمرہ کے پچھلے حصّہ میں دائیں طرف سنگ مرمر کے ایک پلنگ پر سُہیل بیجان پڑا ہے۔ نرگس جمال حالتِ تذبذب میں پریشاں مُو اُسکے آس پاس دیوانہ وار پھیر رہی ہے۔)

نرگس جمال۔ سُہیل! سُہیل!..... وہ میری آواز نہیں سُن سکتا..... اسکی آنکھیں پھٹی پڑی ہیں..... سُہیل! میں یہاں ہوں، میں تمہاری آنکھوں پر جُھکی ہوئی ہوں....... مجھے دیکھو، میری طرف دیکھو!..... نہیں، وہ مجھے نہیں دیکھ رہا!..... سُہیل! خدا کے لئے رحم کرو..... اگر تمہاری آواز بہت کمزور ہے تو اپنے زندہ ہونے کا اشارہ ہی کردو..... میں تمہیں اپنی آغوش میں لیتی ہوں، محبت بھری آغوش میں..... آؤ، آؤ، اپنے ہوش میں آؤ، ہماری حقیقی محبت کے ہوش

آؤ، آؤ، آؤ، میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ موت فتح پا رہی ہے اور اُسے لیجائیگی ...... دیکھو اُسکے ہاتھ نیلے پڑتے جا رہے ہیں اور اُسکی آنکھیں بے نور ہوتی جا رہی ہیں۔ آہ یہ کسقدر وحشت ناک ہوا ...

شہاب۔ جمال! کسی بات سے مت ڈرو۔ اِسکی زندگی میرے ہاتھ میں ہے اور اگر تم مجھ سے اِسکے بچانے کی خواہش کرو گی تو میں اسے بچا لونگا ......

نرگس جمال۔ اگر میں تم سے اسکے بچانے کی خواہش کروں! ...... مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر تم بچا چکے ہوتے، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اگر اس کی خاطر مجھے ...... نہیں، نہیں، میں یہ کہنا چاہتی تھی ...... میری پریشانی نے میرے اوسان خطا کر دیئے ہیں ...... اُس نے سانس لینا بند کر دیا ہے، میں اُسکی صدائے قلب بھی نہیں سن سکتی ...... تم مجھے بیحد تساہل پسند نظر آتے ہو ...... کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے، جلدی کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ ...... میں اب نہیں بولونگی ...... میں تمہارے اُن لمحات کو ضائع کر رہی ہوں جو شاید اِسکے بچانے میں صرف ہو رہے ہوتے ...... اگر تم خود اسکی

یہ جان بچانے والا شعلہ ہے اور وہ زندگی جو جلاتی ہے...... اس سبکو اپنے سانس کے ساتھ اُتار لو، میرے تنفّس کی اُن آخری کوششوں میں جو تمہاری محبّت کا دم بھرتا ہے...... میں اپنی زندگی تم سے بدلنے میں خوشی سے گھٹنا پسند کرونگی...... میں تمہیں اپنی طاقت، اپنی ساعتیں، اپنی کُل زندگی دیتی ہوں...... لو، یہ ہے سب کچھ...... تمہیں اپنے لب ہلانے کے لئے صرف ایک جُنبش کرنی ہے...... یہی ہونا چاہیئے...... یہ یقیناً ممکن ہوگا کہ ہم اس طرح اکلوتی زندگی دے سکیں جنکو ہم خود اپنے سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں...... جب ہم اُنہیں سب کچھ دے رہے ہیں تو اُنہیں لینتے ہی بن پڑیگی...... (سُہیل کو دیکھنے کے لئے اپنا سر اُٹھاتی ہے) وہ پیچھے کو ہٹ رہا ہے، وہ مجھ سے دُور جا رہا ہے، (مغلوب المحبّت ہوکر وہ اُسے پھر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے) مدد!...... نہیں، یہ بہت زیادہ ہے...... مدد! دوڑو! دوڑو...... آہ نہیں، میں جانتی ہوں، اس سے کام نہیں چلیگا...... جب محبّت کا کھٹکا لگا رہتا ہے تو موت اس طرح نہیں آتی...... نہیں! نہیں! مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ نہیں! نہیں! میں اِسے نہیں مانونگی...... مگر میں تو مدد کیلئے چیخ رہی ہوں

لینے لگے تو پھر بھلا مجھے کس بات کی پرواہ!.......

شہاب۔ ہاں! میں تمہیں اُسے واپس دیدونگا۔ میں دو دفعہ پہلے بھی یہی کر چکا ہوں...... اور ہر دفعہ پچھتایا...... لیکن میں اب پھر آخری دفعہ یہی کرونگا، محض اِس لئے کہ تم مجھ سے اسکی سوالی ہوئی ہو۔ لیکن یہ ایک ایسا ایثار ہے جس کا تمہارے علاوہ مجھ سے اور کوئی متوقع نہیں ہو سکتا تھا۔ اسکو دوبارہ زندگی دیکر میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالونگا۔ اسکی طاقت کو اکسانے کے لئے، اُس کی روح کو واپس بُلانے کے لئے، مجھے اپنی طاقت کا ایک حصّہ اور اپنی رُوح کا ایک جُزو دینا پڑیگا۔ یہ ممکن ہے کہ وہ مجھ سے میری موجودہ قوّت اور روح سے بھی زیادہ حاصل کرے اور میں اُس رقیب کے برابر ہی میں مُردہ ہوکر گر جاؤں جسکو خود میں نے دوبارہ زندگی دی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ سڑک کے کنارے پڑے ہوئے کسی اجنبی کی جان بچانے کے لئے بھی میں بلامعاوضہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے سے گریز نہیں کرتا تھا مگر اب میں زیادہ محتاط اور ذی فہم ہوں..... چونکہ میں اپنی زندگی پیش کر رہا ہوں اس لئے یہ ایک کھرا سودا ہی کہ

مجھ میں اب وہ شدّتِ مزاج نہیں اور نہ اب وہ تکبّر..... میں شکستہ حال اور مُردہ ہوں..... میں تمہارے قدموں میں گھسٹ کر آ رہی ہوں اور اب چون و چرا کا کوئی سوال نہیں ہے، محبّت اور بوسوں یا اور چھوٹی چھوٹی سی باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے..... زندگی اور موت ایک دوسرے کے رُوبرو ہیں۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے محوِ کشمکش ہیں، انکی علیحدگی ضروری ہے..... تم ایک قدم بھی نہیں سرکتے..... آہ! میں جانتی ہوں تمہیں اِس سے کتنی نفرت ہے اور اِس بے بس ہستی سے تم کس قدر مُتنفّر ہو..... ہاں، تم سچ کہتے ہو، یہ سب کچھ ہے جو تم اِسے سمجھتے ہو، یہ بُزدل ہے، سِفلہ ہے، تمہارا دُشمن ہے، اور وہ بیس گُنا دغاباز ہے، کیونکہ تمہاری رائے میں یہ ایسا ہی ہے..... ہاں! میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں نے غلطی کی، میں مُعترف ہوں، اور میں اب اُس سے محبّت نہیں کرتی، کیونکہ تمہاری یہی خواہش ہے۔ میں ہر چیز کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اسکی زندگی بچ جائے..... مگر اسکی جان بچانی ضروری ہے کیونکہ صرف یہی درخورِ اعتنا ہے اور باقی سب کچھ دیوانگی ہے..... لیکن

لینے لگے تو پھر بھلا مجھے کس بات کی پرواہ!........

شہاب۔ ہاں! میں تمہیں اُسے واپس دیدونگا۔ میں دو دفعہ پہلے بھی یہی کر چکا ہوں...... اور ہر دفعہ پچھتایا...... لیکن میں اب پھر آخری دفعہ یہی کرونگا، محض اِس لئے کہ تم مجھ سے اسکی سوالی ہوئی ہو۔ لیکن یہ ایک ایسا ایثار ہے جس کا تمہارے علاوہ مجھ سے اور کوئی متوقع نہیں ہوسکتا تھا۔ اسکو دوبارہ زندگی دیکر میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالونگا۔ اسکی طاقت کو ٹکسانے کے لیے، اُس کی روح کو واپس بُلانے کے لئے، مجھے اپنی طاقت کا ایک حصّہ اور اپنی رُوح کا ایک جزو دینا پڑیگا۔ یہ ممکن ہے کہ وہ مجھ سے میری موجودہ قوّت اور روح سے بھی زیادہ حاصل کرے اور میں اُس رقیب کے برابر ہی میں مُردہ ہوکر گر جاؤں جسکو خود میں نے دوبارہ زندگی دی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ سڑک کے کنارے پڑے ہوئے کسی اجنبی کی جان بچانے کے لئے بھی میں بلا معاوضہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈلنے سے گریز نہیں کرتا تھا مگر اب میں زیادہ محتاط اور ذی فہم ہوں..... چونکہ میں اپنی زندگی پیش کر رہا ہوں اس لئے یہ ایک کھرا سودا ہی کہ

امداد نہیں کروگے...... اور میں اسکو سمجھ سکتی ہوں، کیونکہ تمہیں اُس سے محبت نہیں ہے...... تو پھر مجھے صرف یہی بتا دو کہ اسکی امداد میں کس طرح کر سکتی ہوں، اور میں اسکی انجام دہی کی تدبیر خود کرلونگی۔ ...... لیکن میں دیکھ سکتی ہوں اب مجھے یقین ہے کہ وہ انتظار نہیں کرسکتا اور ہمیں جلدی کرنی چاہئیے......

شہاب ۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں جمال، اسکی زندگی میرے ہاتھ میں ہے اور بغیر میری مرضی کے ختم نہیں ہوسکتی۔ میں نے تمہیں اس سے آگاہ کردیا تھا۔ زہر اپنا کام کر رہا ہے۔ میں اُسے دیکھ سکتا ہوں۔ صرف میں ہی اُسے بچا سکتا ہوں، اُسے موت سے چھین سکتا ہوں، اسکی روبہ زوال قوت اور اسکی رعنائی کو واپس بلا سکتا ہوں اور پہلی سی حالت میں دوبارہ تمہارے حوالے کرسکتا ہوں۔

نرگس جمال ۔ آہ! میں تم سے التجا کرتی ہوں، یوں وقت نہ گنواؤ۔ ...... اگر اسکی زندگی ہمارے اختیار سے نکل جائے تو اسکی رعنائی ہمارے کس کام کی ہوگی؟ ...... اِسے مجھے واپس دیدو، جیسا بھی ہے، جیسا بھی وہ ہو۔ اگر وہ مجھے واپس مل جائے، اگر وہ صرف سانس

دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے، ہماری دُنیا میں یا دوسری دُنیا میں، جو مجھ سے مانگی جائے میں اُسکے دیدینے پر آمادہ نہ ہو جاؤں۔

شہاب۔ اچھا۔ میں مُبہم میں بات نہیں کرونگا۔ وہ شخص جس کو تم دیکھ رہی ہو اور اپنی آغوش میں گرمجوشی سے لئے ہوئے ہو موت سے ایسا ہی قریب ہے جیساکہ گور کے تاریک گڑھے میں ہو......
ایک جُنبش اُسے دوبارہ زندگی دے سکتی ہے۔ ایک جُنبش اُسے موت سے ہم آغوش کر سکتی ہے۔ تو عین اُس لمحہ جبکہ تم "ہاں" کہو گی اور اس سے پیشتر کہ وہ گونج جو اس مرمریں سقفِ محرابدار میں خُفتہ ہے بیدار ہو کر تمہارے اقرار کو دُہرائے، میں وہ جُنبشِ خاص کرونگا جو اُس شخص کو تاریکی کے چُنگل سے چھین لیگی، بشرطیکہ تم آج رات کو آنے کا وعدہ کرو، یہاں، اِس کمرہ میں جس میں کہ میں اُسے دوبارہ تمہارے حوالہ کرونگا، اِسی پلنگ پر جسپر خود اِس وقت تم جُھکی ہوئی ہو، اور خود کو میرے حوالے کر دو، بغیر کسی شرم کے بغیر جھجک کے......

نرگسِ جمال۔ میں؟...... خود کو تمہارے حوالہ کر دوں؟

امداد نہیں کرو گے...... اور میں اسکو سمجھ سکتی ہوں، کیونکہ تمہیں اُس سے محبّت نہیں ہے...... تو پھر مجھے صرف یہی بتا دو کہ اسکی امداد میں کس طرح کر سکتی ہوں، اور میں اسکی انجام دہی کی تدبیر خود کر لونگی...... لیکن میں دیکھ سکتی ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ انتظار نہیں کر سکتا اور ہمیں جلدی کرنی چاہیئے......

شہاب۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں جمال، اسکی زندگی میرے ہاتھ میں ہے اور بغیر میری مرضی کے ختم نہیں ہو سکتی۔ میں نے تمہیں اس سے آگاہ کر دیا تھا۔ زہر اپنا کام کر رہا ہے۔ میں اُسے دیکھ سکتا ہوں۔ صرف میں ہی اُسے بچا سکتا ہوں، اُسے موت سے چھین سکتا ہوں، اسکی رُو بہ زوال قوّت اور اسکی رعنائی کو واپس بلا سکتا ہوں اور پہلی سی حالت میں دوبارہ تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔

نرگس جمال۔ آہ! میں تم سے التجا کرتی ہوں، یوں وقت نہ گنواؤ...... اگر اسکی زندگی ہمارے اختیار سے نکل جائے تو اسکی رعنائی ہمارے کس کام کی ہوگی؟...... اسے مجھے واپس دیدو، جیسا بھی ہے، جیسا بھی وہ ہو۔ اگر وہ مجھے واپس مل جائے، اگر وہ پھر سانس

شامل کردی جاتے تاکہ اُس دوسری زندگی کی تخلیق ہو جو اسے زندہ کردیگی ...... لیکن مجھے اُس حصّہ کی ضرورت ہے، مجھے اُس کی ضرورت اپنے لئے ہے، مجھے اُس کُل کی ضرورت ہے، بڑے سے بڑے حصّہ کی، اور مجھے کبھی اِس کی اُمید نہیں ہوئی کہ وہ مجھے دیا جا سکیگا......

شہاب- جمال، وقت تنگ ہو رہا ہے...... قیاس آرائیاں چھوڑو۔ تم جانتی ہو میرا مطالبہ کیا ہے، اور اس لفظ کے معنی وہ ہیں جن پر کہ تم یقین کرنیکی ہمّت نہیں کرسکتیں........

نرگس جمال- تو عین اُس لمحہ جبکہ وہ میرے پاس دوبارہ آئیگا، جب میں اُسے اپنی آغوش میں ایک بار پھر سانس لیتا پاؤں اور اُس محبّت پر مُسکراتا دیکھوں جسے اُس نے دوبارہ پایا ہو، عین اُس لمحہ مجھے اُس سے وہ سب کچھ چھین لینا پڑیگا جو میں نے اُسے دیا ہے...... مگر جب تم ہم سے ہر چیز لے لوگے تو پھر اُسکے لئے کیا باقی رہ جائیگا۔ اور جب وہ مجھے بوسہ دیگا تو پھر بھلا میں اُس سے کیا کہونگی؟........

مجھے اسکی قیمت دی جائے، اور وہ بھی پیشگی۔ میں اپنی زندگی اُسے دیدونگا اگر تم صرف اپنی زندگی کے عزیز ترین لمحات مجھے دینے کا وعدہ کرلو۔

نرگس جمال۔ کس طرح؟...... مجھے کیا کرنا پڑیگا؟........

شہاب۔ (منہ پھیر کر) آہ! میری غریب اور بھولی بھالی معصوم بچی! ......اور تم، میرے پاکیزہ خیالو! ان گھناؤنے الفاظ سے تم آشنا نہو نا جنکو میری آواز انکی محبوبہ کے گرد بکھیرنے والی ہے...... میں اس آزمائش پر نادم ہوں اور اُن الفاظ سے شرمندہ جن کی ادائیگی پر خود کو مجبور پاتا ہوں...... جب تمہیں کُل واقعات معلوم ہوجائینگے تو تم میرے قصور کو معاف کردوگے........ یہ میں نہیں بول رہا، بلکہ مستقبل، جس سے انسان کو لاعلم رہنا چاہیئے، بے شرم، بے رحم مستقبل جو ایک دن کی حقیقت منکشف کرتا ہے اور کسی کی قسمت کا ایک رُخ دکھاتا ہے تاکہ بقیہ پوشیدہ رہے، اور جسکی خواہش ہے کہ میں یہ معلوم کرلوں آیا تم ہی وہ ہو جسکی اُس نے نشان دہی کی ہے........

نرگس جمال۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟...... تم کیوں ہچکچا رہے ہو؟.....

جس سے مجھے محبّت ہے، اور یہ بھی مجھے معلوم تھا کہ تم مجھ سے محبّت کرتے ہو...... مگر مجھے نہیں معلوم کیوں، میری جبلّت نے مجھے بتایا کہ تم دریادل ہو اور وہ کام کروگے جو کہ میں تمہارے لئے کردیتی، جو یہ خود تمہارے لئے کردیتا، اور جب تم وہ کام کردیتے جو ہم تمہاری خاطر کردیتے تو تم ہمارے دلوں میں محبّت کا ایک حصّہ حاصل کرلوگے، جو سب سے کم اچھا حصّہ نہیں ہوگا، نہ سب سے کم عمدہ، نہ سب سے جلدی فنا ہونے والا.......

شہاب۔ ہاں، میں جانتا ہوں۔ جب میں اسے اسکی زندگی واپس دیدونگا، اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر، تو وہ اُن بوسوں، اُن لبوں اور اُن آنکھوں، اُن دنوں اور اُن راتوں، سب، غرض وہ سب کچھ حاصل کرلیگا جس سے محبّت کی بر خُود غلط اور سریع الزوال مسرّت عبارت ہے...... لیکن میں، میں اس سے کہیں بہتر چیز حاصل کرونگا، اور بعض اوقات، اتفاق سے، گزرتے ہوئے، مجھے ایک مسکراہٹ مرحمت ہوگی، جو فنا نہیں ہوگی، بشرطیکہ کسی مطالبہ سے میں مجتنب رہوں...... نہیں جمال، میری سی عمر میں ہم

شہاب۔ ہاں۔

نرگس جمال۔ میں ؟ خود کو تمہارے حوالے کروں، جب وہ میرے حوالے کر دیا جائیگا ؟.......

شہاب۔ تاکہ وہ تمہارے حوالے کر دیا جائے۔

نرگس جمال۔ نہیں، میں نہیں سمجھی..... اس میں کچھ الفاظ ایسے ہیں، یقیناً، جنکو میں سمجھ نہیں سکی.... نہیں یہ ممکن نہیں کہ ایک ایسا شخص جو جہنّم کا سربرآوردہ نہ ہو اس طرح آئے، ایسے لمحہ میں کہ غمِ محبّت یہ نہ جانتا ہو کہ کس کی اُمید رکھے اور کیا کرے...... نہیں میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی اور تمہیں تکلیف پہونچا رہی ہوں..... تمہیں میرے ساتھ درگزر سے کام لینا چاہیئے۔ میں ایک دوشیزہ ہوں، میں لاعلم محض ہوں، میں بالکل نہیں جانتی کہ اُن الفاظ کا کیا مطلب ہے..... مگر ہاں اب میں سمجھ گئی...... ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو...... ہاں، ہاں۔ تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے بھی اِس خطرہ میں حصّہ لینا چاہیئے اور یہ کوئی بیجا مطالبہ نہیں ہے، اور یہ کہ میری زندگی ایک لمحہ کیلئے تمہاری زندگی میں

آؤنگی...... میں آج شام کو آؤنگی ...... مگر پہلے اِسے بچاؤ، پہلے اِسے زندہ کرو...... دیکھو اسکی آنکھوں میں گڑھے پڑتے جارہے ہیں اور اس کے لب اپنا رنگ کھو رہے ہیں، اور میں یہاں کھڑی اسکی زندگی کا سودا اُچکا رہی ہوں، گو یا یہ بھی ایک سوال ہے کسی......

شہاب۔ وہ تمہارے حوالے کردیا جائیگا، لیکن یاد رکھو جمال، اگر تم اپنے وعدہ پر قائم نہ رہیں تو وہ ہاتھ جو اسکو صحت یاب کریگا سفاکی سے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیگا......

نرگس جمال۔ لیکن میں اپنے وعدہ پر قائم رہونگی اور اسپر قائم رہنے کے لئے دوزانو ہوکر دُنیا کے دوسرے سرے تک جانے کیلئے تیار ہوں...... آہ، میں آؤنگی، میں تم سے کہہ رہی ہوں، میں خود کو مُطلقاً تمہیں دیتی ہوں اور میں کلیتاً تمہاری ہوں.... تم اور کیا چاہتے ہو؟ ...... میرے پاس اور کچھ باقی نہیں ہے....

شہاب۔ بس ٹھیک ہے۔ میں نے تم سے وعدہ لیا ہے میں اب اپنا وعدہ پورا کرونگا...... (مُنہ پھیر کر، سُہیل کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے) مجھے معاف کرو، میرے بچّے، اپنی قسمت کے لئے، جو اِس

شہاب۔ اگر تم اُس کی مسرت کی متمنی ہو تو اُس سے کچھ بھی نہیں کہو گی.....

نرگس جمال۔ لیکن مجھے تو اُس سے سب کچھ کہنا پڑیگا، کیونکہ میں اُس سے محبت کرتی ہوں..... نہیں، نہیں، میں صاف صاف دیکھ رہی ہوں، اس کو جو ممکن نہیں، جس کا کوئی وُجود نہیں، اور ان کے تدارک کے لئے دیوتاؤں یا عفریتوں کا ہونا ضروری ہے، ورنہ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کوئی جینے کی آرزو کیوں کرے..... مجھے اُن پر اعتماد ہے اور مجھے تم پر اعتماد ہے..... یہ سب کچھ ایک آزمائش تھی اور حقیقتاً ایسا نہیں ہو سکتا...... مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بدخواہ نظروں میں ابھی سے کمی آچلی ہے..... دیکھو میں تم سے التجا کر رہی ہوں، میں تمہارے قدموں پر گر رہی ہوں اور تمہارے ہاتھ کو چُوم رہی ہوں..... میں تم سے اعترافِ مکمل کرونگی..... میں تم سے محبّت نہیں کرتی تھی، تم اُس سے بیحد نفرت کرتے تھے لیکن میں نے کبھی یقین نہیں کیا کہ تم نامنصف اور ناقابلِ محبّت ہو..... جب تم یہاں آئے تھے تو میں ہچکچائی نہیں تھی، میں تمہارے پاس آئی تھی، میں نے تم سے التجا کی تھی کہ اُس فردِ واحد کو موت سے چھین لو

ہوں..... آہا! سب اچھی چیزیں واپس آرہی ہیں اور اکٹھی واپس آرہی ہیں...... میں اسکے دل کو دھڑکتا سُن رہی ہوں، میں اس کے تنفّس میں سانس لے رہی ہوں، اُس نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا تھا مگر انہوں نے سب کچھ پھیر دیا.... میری سُنو سُہیل۔ میں نہیں دیکھنا چاہتی ہوں، میں تمہارا چہرہ تلاش کررہی ہوں، اپنی پیشانی کو میرے بالوں میں مت چُھپاؤ جو تمہاری محبّت میں گرفتار ہیں، میری آنکھیں ان سے بھی زیادہ تمہاری محبّت میں بیمار ہیں اور وہ بھی اپنے حصّہ کا مطالبہ کررہی ہیں..... (سُہیل اپنا سر ذرا سا بلند کرتا ہے) آہ! اِس نے میری آواز سُن لی ہے اور میرا کہا مان لیا ہے..... وہ یہاں ہے، وہ یہاں ہے، اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ یہاں ہے، میرے سامنے، زندگی سے بھی زیادہ جیتا جاگتا...... وہ میرے سامنے ہے، اور صبح کی گلناری اور بیداری کی گُلریزی نے اسکے رُخساروں میں رنگ بھر دیا ہے اور چہرہ پر مسکراہٹ کا پُرنور غازہ پھیر دیا ہے۔ وہ مسکرا رہا ہے گویا اس نے مجھے دیکھ لیا ہے..... آہ! دیوتا بیحد مہربان ہیں........ وہ

اِس نوع کی نظر فریبیوں سے مطمئن نہیں ہوا کرتے اور نہ اِس دھوکہ دینے والی تلچھٹ سے۔ دلبرانہ دروغ بافیوں کی ساعت میرے لئے گزر چکی ہے۔ میں وہ حاصل کرنا چاہتا ہوں جو وہ حاصل کریگا۔ مجھے تمہارے تبسّم کی پرواہ نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ ناممکن ہے۔ میں تم کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں مطلقاً تم ہی کو حاصل کرنا چاہتا ہوں، خواہ ایک ہی لمحہ کیلئے کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ لمحہ میں لونگا، اُسے وہ لمحہ مجھے دینا پڑیگا...... (سُہیل کے قریب آتے ہوتے) اسکی طرف دیکھو، جمال، اسکے خدوخال مسخ ہو رہے ہیں، ہم نے بہت دیر کر دی ہے، اور خطرہ ہر گذرتے ہوئے لمحہ کے ساتھ بڑھ رہا ہے ...... کیا تم آؤگی؟......

نرگس جمال۔ (چاروں طرف ایک گھبرائی ہوئی نظر ڈال کر) کوئی چیز نہیں کھٹتی، کوئی چیز نہیں گرتی اور میں دُنیا میں اکیلی ہوں!......

شہاب۔ (سُہیل کے جسم کو چھُو کر) خطرہ ناگوار صورت اختیار کر رہا ہے...... مجھے علامات معلوم ہیں......

نرگس جمال۔ اچھا، اچھا، تو ہاں، میں آؤنگی!...... میں آج رات کو

ہوا تھا، وہاں، مجھے یاد نہیں کہاں، بڑے بڑے دروازوں کے سامنے جنکو کوئی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا.... میں دفن کیا جا چکا تھا اور سرد پڑتا جا رہا تھا...... اور پھر میں نے تمہیں آواز دی...... میں مسلسل صدائیں تمہیں دیتا رہا اور تم نہیں آئیں،

نرگس جمال۔ لیکن میں آ تو گئی تھی، میں وہاں تھی، میں وہیں تھی....

سُہیل۔ نہیں، تم وہاں نہیں تھیں...... مجھ پر برف جیسی ٹھنڈک نے غلبہ پا لیا تھا، مجھے ظلمت نے گھیر لیا تھا اور میں اپنی زندگی ضائع کر رہا تھا..... مگر اب تم ہو..... ہاں، ہاں، میری آنکھیں تمہیں دیکھ رہی ہیں، تاریکی سے نکلتے ہی یکایک انہوں نے تمہیں دیکھا.... چکاچوند پیدا کرنے والی روشنی سے اگرچہ وہ خائف ہیں تاہم وہ تم ہو جسے وہ دیکھ رہی ہیں، میں قبر کے تاریک گڑھے سے نکل کر مسرت کی دھوپ میں سے ہوتا ہوا محبّت کی آغوش میں جا رہا ہوں۔ یہ اُسے ناممکن نظر آتا ہے جو اتنی دُور سے آ رہا ہے...... میں تمہیں چھوؤنگا، تمہارے ہاتھوں کے محبّت آمیز لمس کو مضبوطی سے گرفت میں لونگا، تمہاری آنکھوں کی تنویر میں نہاؤنگا

اذیت کی مُقتضی ہے..... (وہ سُہیل کے اوپر جھکتا ہے اور اُسکی آنکھوں اور لبوں پر ایک طویل بوسہ دیتا ہے۔ پھر بہ آواز بلند گویا ہوتا ہے)......
دیکھو، وہ بے نور علاقوں سے واپس آرہا ہے..... اسے زندگی واپس مِل گئی ہے لیکن وہ تمہاری مُشتاق آغوش ہی میں جاگے گا۔ اب میں تمہیں تمہارے کام پر چھوڑتا ہوں۔ اپنا وعدہ یاد رکھنا......

(شہاب چلا جاتا ہے۔ نرگس جمال نے سُہیل کو اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور گھبرا گھبرا کر اُسے دیکھ رہی ہے۔ اسکے مُحبّ کی آنکھیں جلدی ہی کُھل جاتی ہیں اور اُسکے ہاتھ اضمحلال سے ہلتے ہیں۔)

نرگس جمال: سُہیل!..... اُسکی آنکھیں کُھلی ہیں اور پھر بند ہوگئیں۔ میں نے اُن کے کبود میں روشنی کو نہاتے دیکھا ہے اور یہ ہیں اسکے ہاتھ جو میرے ہاتھوں کے مُتلاشی نظر آتے ہیں..... یہ ہیں میرے ہاتھ، سُہیل، یہ رہے، تمہارے اپنے ہاتھوں میں جواب مُنجمد نہیں ہیں..... وہ اُنہیں چھوڑتے نہیں، مبادا کہ اُنہیں کھو بیٹھیں۔ پھر بھی میں تمہارے کندھے کو سہارا دینا چاہتی ہوں اور تمہاری گردن کو، جو میرے سینہ پر ڈھلکی جارہی ہے، اپنے گلے لگانا چاہتی

انہیں بالآخر ایک تنِ سوزاں کو گرفت میں لینے کی قدر و قیمت معلوم ہو ہی گئی۔ اور یہ جان لینے کے لئے کہ زندگی کیا ہے اور محبّت کی حقیقت کیا ہے کون ہے جو اپنی جان نہ دیدیگا؟......

نرگسِ جمال۔ ہاں، ہر شخص موت قبول کر لیگا......

سُہیل۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب میں وہاں تھا، منجدھار علاقہ میں، تو ایک ایسا شخص میرے قریب آیا تھا جسکو، مجھے خیال ہوا، میں پہچانتا تھا........

نرگسِ جمال۔ وہ شخص یہ تھا.....

سہیل۔ کون؟.......

نرگسِ جمال۔ اِس جزیرے کا حاکم۔

سہیل۔ وہ...... مگر وہ تو مجھ سے نفرت کرتا تھا.....

نرگسِ جمال۔ وہ وہی تھا......

سہیل۔ میرے دل کو تو یہ بات لگتی نہیں..... تو کیا پھر اُسی نے مجھے دوبارہ محبّت دی، زندگی دی؟...... کیا وہ مجھے اُس کے حوالے کرنے پر آمادہ تھا جو مجھ سے محبّت کرتی تھی اور جسکی محبّت کا

اِنسانوں پر ترس کھاتے ہیں..... آسمانوں سے رحم برستا ہے، وہاں محبّت کے دیوتا ہیں۔ وہاں زندگی کے دیوتا ہیں..... ہمیں اُن کا شکر گزار ہونا چاہیئے اور باہم محبّت کرنی چاہیئے کیونکہ وہ بھی محبّت کرتے ہیں..... آؤ، آؤ، آؤ میری آغوش میں۔ تمہاری آنکھیں اب بھی مجھے تلاش کر رہی ہیں لیکن تمہارے لبوں نے مجھے پا لیا ہے، بالآخر وہ میرے لبوں کو آواز دینے کیلئے وا ہو رہے ہیں اور میرے لب یہ رہے، محبّت سے بھرے ہوئے...

(ایک وقفہ۔ وہ اُسے طویل اور پُر شوق بوسہ دیتی ہے)

سُہیل۔ (ہوش میں آکر) جمال!.....

نرگس جمال۔ ہاں، ہاں، میں ہوں، میں ہوں، میری طرف دیکھو، دیکھو!..... یہ ہیں میرے ہاتھ، میری جبیں، میرے بال، میرے شانے..... اور یہ ہیں میرے بوسے، جنہیں تم پہچانتے ہو.......

سُہیل۔ ہاں، تم ہو، حقیقتاً تم ہی ہو، تم ہو اور روشنی..... اور پھر یہ کمرہ جسے میں نے پہلے بھی دیکھا ہے..... ذرا ٹھہرو..... مجھے کیا ہوگیا تھا؟..... مجھے یاد آگیا، یاد آگیا..... میں وہاں لیٹا

سُہیل۔ اور رحم، ترس، فیاضی، بغیر کسی سے کوئی درخواست کیے؟......

نرگس جمال۔ ہاں۔

سُہیل۔ آہ! ہم نا انصافی سے کام لے رہے تھے، اور ہمارے بدترین دشمن بھی ہمارے یقین سے بہتر ہوتے ہیں۔ منافرت کے دل میں بھی شرافت اور محبّت کے خزانے ہوتے ہیں...... اور یہ کارنامہ جو اُس نے کیا ہے!...... نہیں مجھے یقین نہیں کہ میں ایسا کرسکتا۔ اور مجھے اُس کا سان گمان بھی نہیں تھا کہ وہ غریب ضعیف انسان ...... لیکن کیا یہ حد درجہ قابلِ ستائش نہیں ہے، جمال، اور کیا یہ نہایت دلیرانہ نہیں ہے؟......

نرگس جمال۔ ہاں۔

سُہیل۔ وہ کہاں ہے؟ ہمیں چلکر اُس کے قدموں پر گرنا چاہیئے۔ اپنی غلطیوں کا اقرار کرنا چاہیئے، اور اُس نامُنصفی کو دھو ڈالنا چاہیئے جس کے مُرتکب ہم اُسکی عدمِ محبّت میں ہوئے تھے...... اُس کا حصّہ اُسے ملنا چاہیئے اور اُس انبساط کا بہترین حصّہ جو

اور تمہارے اُن بالوں کے طلائے ناب کو حاصل کرونگا جو دن کی روشنی کی گواہی دے رہے ہیں ...... آہ! تم کبھی یقین نہیں کر سکتیں کہ موت سے ہمکنار ہستی کس شدّت سے محبّت کرتی ہے، اور نہ یہ سمجھ سکتی ہو کہ اب جبکہ میں نے تمہیں کھو کر دوبارہ پایا ہے تم سے میں کس نوع کی محبّت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں.......

نرگس جمال۔ میں بھی، میں بھی، ....

سُہیل۔ اور نہ اُس مسرّت کا اندازہ کر سکتی ہو جو ایسے بازوں کی گرفت میں دوبارہ واپس آنے پر حاصل ہوتی ہے جو کہ اب بھی اسلئے کانپ رہے ہوں کہ مایوس ہو چکے تھے...... کیا تم اپنے ارتعاش کو محسوس کر سکتی ہو اور میری پرستشی لرزش کو بھی؟...... وہ تلاش کر رہی ہیں اور باہم اُلجھ رہی ہیں، اُنہیں خطرہ ہے کہ کہیں ایک دوسرے کو کھو نہ بیٹھیں، اُن میں سُلجھنے کی اب ہمّت باقی نہیں رہی ہے .... وہ اب اطاعت نہیں کرتیں، اُنہیں نہیں معلوم کہ ان سے ہمیں تکلیف پہونچ رہی ہے اور اپنی اندھا دُھند سرشاری میں ممکن ہے کہ ہمیں گھوٹ ڈالیں......... آہ!

میں میں اُسے کھو چکا ہوں جس سے مجھے محبت ہے؟......

نرگس جمال - آہ! نہیں، نہیں، سُہیل، تم نے مجھے نہیں کھویا ہے......

سُہیل - تمہاری آواز ایک مسکراہٹ تلاش کرتی ہے لیکن ایک سسکی اُسے ملتی ہے......

نرگس جمال - ہاں، میں مسکرانا چاہتی تھی اور اب میں مسکرا رہی ہوں..... مگر متعجب نہ ہو - میں نے اتنی طویل مدت تک اور اس شدت سے گریہ وزاری کی ہے کہ باوجود پانے کے بھی آنسو اُبل آتے ہیں..... مسرت اسقدر دور تھی کہ پہلے بوسہ کے ساتھ واپس نہ آسکی..... اس کو میرے دل میں اعتماد دوبارہ حاصل کرنے کے لئے کثیر بوسوں کی ضرورت ہوگی، اور میں اپنی مسرت کے قلب میں بھی غمزدہ سی ہوں -

سُہیل - آہ، میری غریب جمال!..... کیا تمہارے گہرے سکوت کا یہ مطلب ہے؟..... اور میں آپ ہی آپ ایک بیوقوف بچّہ کی طرح کڑھ رہا تھا..... میں صرف اپنا ہی خیال کر رہا ہوں، میں

دم وہ خود بھرتا تھا؟.......

نرگس جمال۔ ہاں۔

سُہیل۔ مگر اُس نے یہ ایسا کیوں کیا؟.......

نرگس جمال۔ میں اُسکی التجا برابر اُس وقت تک کرتی رہی جبتک کہ وہ راضی نہ ہو گیا۔

سُہیل۔ کیا اُس نے تامّل کیا تھا؟

نرگس جمال۔ ہاں۔

سُہیل۔ کیوں؟

نرگس جمال۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری زندگی بچانے میں وہ اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال رہا تھا۔

سُہیل۔ کسی چیز نے اُسکو اسپر مجبور نہیں کیا.....اور پھر بالکل سیدھے سُبھاؤ اُس نے اُسی شخص کو دوبارہ زندگی دیدی جو اُس محبت کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر رہا ہے جو اُسکی نشاطِ زندگی کا سبب بنتی ہے.......

نرگس جمال۔ ہاں۔

باقی سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے، باقی سب کچھ محبّت کے لئے راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے......

نرگس جمال۔ (نظر جما کر اپنے سامنے گھورتے ہوئے) باقی سب کچھ محبّت کے لئے راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے.......

اُس نے ہمیں واپس دی ہے...... وہ مستحق ہے ہمارے دلوں کا، ہماری مسرت، ہماری مسکراہٹوں اور ہماری محبت کے آنسوؤں کا، غرض اُس سب کچھ کا جو کہ کوئی دے سکتا ہے اُنکو جو کہ سب کچھ دیدیتے ہیں.......

نرگس جمال۔ ہم چلینگے۔ ہم چلینگے......

سُہیل۔ جمال، کیا معاملہ ہے؟...... تم میری کسی بات کا جواب نہیں دیتیں...... میں نہیں جانتا آیا ابھی تک میرے حواس اُس رات کی قوت سے مغلوب ہیں یا نہیں جس سے میں چھٹکارہ پا رہا ہوں، لیکن میں تمہارے الفاظ اور تمہاری حرکات سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا...... تم متلاشی نظر آتی ہو، مشتبہ، بتلائے خواب...... اور میں جو اِس قدر محبت اور مسرت آمیزی سے تمہارے پاس واپس آیا ہوں، اِن ہر دو کی بیحد کمی پاتا ہوں، تمہاری آنکھوں میں جو مجھ سے چھپ رہی ہیں، تمہارے ہاتھوں میں جو مجھے بھول رہے ہیں...... تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھے دوبارہ کیوں بُلایا اور کیوں مکرر زندگی دی جبکہ اپنی عدم موجودگی

مجلس پنجم

زندگی کے خُمار میں مبتلا ہوں اور کچھ نہیں سمجھ سکتا..... میں اِس بات کو نظر انداز کر رہا تھا کہ اگر میں تمہارے بجائے ہوتا تو ہمّت ہار بیٹھتا...... یہ سچ ہے، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ درحقیقت میں نہیں بلکہ تم موت کے چُنگل سے چھُوٹی ہو، اور جب دو ہستیاں ہماری طرح محبّت کرتی ہیں تو وہ جو نہیں مرتی درحقیقت وہی موت سے ہم آغوش ہوتی ہے..... اپنے آنسوؤں کو مت چھُپاؤ...... میں محسوس کرتا ہوں کہ تم جس قدر غمزدہ نظر آتی ہو اُسی قدر مجھ سے محبّت کرتی ہو...... اب یہ میرا فرض ہے کہ تمہاری محافظت کروں، اب یہ میرا فرض ہے کہ تمہاری روح کو واپس بُلاؤں، تمہارے ٹھوپچکے ہاتھوں کو گرم کروں، تمہارے لبوں کا تعاقب کروں اور تمہیں اُس مسرّت کے قلب میں واپس لاؤں جسے ہم نے کھُو دیا تھا...... ہم وہاں جلد پہونچ جائینگے کیونکہ محبّت ہماری رہنما ہے....... وہ ہر چیز پہ فتح پاتی ہے جب اُسے ایسے دو دل ملجاتے ہیں جو خود کو بے خوف و خطر اور بغیر کسی حجاب کے اسکے حوالے کر دیتے ہیں..... تو باقی سب کچھ کوئی حقیقت نہیں رکھتا،

مجلس پنجم

منظر اوّل

مقام۔ محل کی ایک بارہ دری۔

(شہاب اور سُہیل داخل ہوتے ہیں)

سُہیل۔ ابّا جان!...... تو یہ سچ ہے کہ آپ میرے والد ہیں...... اور جب سے آپ نے مجھے یہ بتایا ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے دُور اندیش دل میں آپکو سدا سے جانتا ہوں..... (قریب آتے ہوئے) لیکن یہ کسقدر عجیب و غریب بات ہے!.... میں پھر آپکو اُسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بچپن کے کھیلوں میں آپکو میں نے دیکھا تھا۔ اور جب میں آپکو دیکھتا ہوں تو میں خود کو اُن آئینوں سے زیادہ سنجیدہ، زیادہ شریفانہ اور زیادہ طاقتور آئینہ میں دیکھتا ہوں جو میرے خدوخال کو اس بارہ دری میں

منعکس کر رہے ہیں..... مگر جمال کیا کہیگی ؟....... جب وہ اپنے بے بُنیاد خطرات کو یاد کریگی تو کیسی کیسی ہنسیگی کیونکہ وہ تو یہ سمجھتی تھی کہ....... نہیں، وہ خود آپکو بتائیگی کہ وہ کیا سمجھتی تھی تاکہ موہوم خطروں کی اُسے سزا مل جائے....... وہ آپ سے نفرت کرتی تھی مگر ایسی ملائم نفرت جو مسکرا رہی ہو، گویا محبّت کی شُعاعوں سے عنقریب آمیز ہونے والی ہے..... لیکن وہ ہے کہاں چُھپی ہوئی ہے میں تقریباً دو گھنٹے سے اُسے بے فائدہ ڈھونڈتا پھر رہا ہوں..... کیا آپ نے اُسے دیکھا ہے ؟ مجھے اُس سے فوراً ہی اُس بے پایاں مسرّت کا تذکرہ کرنا ہے جو آج کی شام ہمارے لیے لائی ہے......

شہاب۔ ابھی نہیں، دن کے اختتام تک مجھے اُسکی نظروں میں وہی بے رحم غاصب رہنا ہے جسے وہ اپنے دل میں کوستی ہے..... میرے غریب پیارے بچّے!..... میں نے تمہاری لائقِ احترام محبّت کو کیسی کیسی اذیت پہونچائی ہے!..... لیکن میں تم سے ان اذیتوں کی وجہ بیان کر ہی چُکا ہوں....... تم کو مُبتلائے غم کرنے میں میں قسمت کا آلۂ کار بنا ہوا تھا اور ایک ایسی

ہستی کی مرضی کا نالائق غلام، جس کا علم مجھے نہیں ہے، جس کا مطالبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خفیف سے خفیف مسرّت بھی آنسوؤں سے گھری ہوئی ہونی چاہیئے...... میں نے تو بلکہ اُن آنسوؤں کو جو تم دونوں کی قسمتوں کے درمیان حالتِ تذبذب میں حائل تھے دائرۂ وجود میں لانے کے لئے عُجلت کی ہے تاکہ مسرّت اور بھی جلدی لاسکوں۔ ...... تمہیں ایک نہ ایک دن معلوم ہوجائیگا کہ کس قوّت سے، ایسی قوت جس میں ساحرانہ یا مافوق الفطرت خصوصیت کوئی نہیں ہے لیکن اِس کے باوجود بھی انسانی زندگیوں کی تہہ میں خفتہ ہوتی ہے، میں بعض اوقات خاص خاص عجوبہ کاریوں اور شکلوں کا مظاہرہ کرسکتا ہوں جنہوں نے تمہیں بھٹکا دیا تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ مجھے، اگرچہ یہ بیکار سی چیز ہے، مستقبل بینی میں بھی اور لوگوں سے زیادہ درک ہے...... اور اس طرح میں نے تمہیں دیکھا، ایک دوسرے کی تلاش میں سرگرداں، بے مثل محبّت کی تلاش میں، شاید اُن سب سے مکمل ترین جو کہ اُن دوبا بین صدیوں کے سائے میں پوشیدہ ہیں جن پر میری نظریں پھر چکی

ہیں...... تم ایک دوسرے سے بے شُمار مصائب و آلام و بادیہ گردی کے بعد ملتے مگر اِس اِتصال کو، میرے بچّے، محض تمہاری وجہ سے مُعجّل کیا گیا ورنہ محبّت کی عدم موجودگی میں موت تمہارا مطالبہ کر رہی تھی...... اور دوسری طرف نرگسِ جمال کیلئے اِس محبّتِ معیّنہ کی کوئی علامت نہیں تھی، سوائے چند منتشر اور غیر مطمئن نکات کے اور اُن آزمائشوں کے جن میں اُسے پورا اُترنا تھا۔ میں نے اِسی لئے اِن مجوزہ آزمائشوں میں جلدی کی۔ یہ سب تکلیف دہ تھیں، مگر ناگزیر۔ آخری فیصلہ کُن اور زیادہ خطرناک ہوگی......

سُہیل۔ خطرناک؟...... آپ کا اِس سے کیا مطلب ہے؟...... یہ جمال یا اوروں کیلئے تو خطرناک نہ ہوگی؟......

شہاب۔ جمال کیلئے یہ خطرناک ثابت نہیں ہوگی لیکن آخری دفعہ اس سے تمہاری وہ محبّتِ مقسومہ معرضِ خطر میں پڑ جائیگی جس سے تمہاری زندگی وابستہ ہے...... یہی وجہ ہے کہ باوصف ہر چیز کے، میری خود اعتمادی کے، میری مُستقبل بینی کے، اور میرے یقین کے بھی، میں خائف ہوں، جوں جوں فیصلہ کُن ساعت قریب آتی جاتی ہے

میرا تشنج بڑھتا جاتا ہے.....

سُہیل۔ اگر جمال پر فیصلہ موقوف ہے تو محبت کو کسی بات کا خطرہ نہیں..... آپ بیجا تذبذب میں مت پڑیئے۔ جمال ہمیشہ مسرت کی لازوال سوت رہیگی..... مگر میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ مستقبل کو جانتے ہوئے آپ جمال کو قبل از وقت فتحمند نہیں دیکھ سکتے؟.....

شہاب۔ یہاں آنے سے پہلے میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ جمال اُس مستقبل کو بدل سکتی ہے جو اُسکے رُوبرو ہے..... وہ ایک ایسی قوت رکھتی ہے جو میں نے سوائے اُس کے اور کسی میں نہیں دیکھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نہیں معلوم کر سکتا آیا وہ شاندار فتح جس کی اُمید تمہاری محبت کو ہے کچھ سانحہ اور آنسوؤں سے ہمکنار ہوگی یا نہیں.....

سُہیل۔ آپ کا کیا مطلب ہے؟..... آپ پریشان نظر آتے ہیں۔..... آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں؟..... آپ یہ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ جمال کبھی بھی ایک آنسو یا کسی سانحہ کا سبب بنیگی؟.....
جمال میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ اذیت بھی جو وہ پہونچائیگی

بے ضرر ہوگی۔ اِس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو صحت، مسرّت اور محبّت پر منتج نہ ہوتی ہو...... آہ! میں کس قدر وضاحت سے دیکھ رہا ہوں کہ اِس فتحِ مجسّم سے، اُس دائمی صبح سے جو اُسکی آواز، اُسکی آنکھوں اور اُسکے دل میں سمائی ہوتی ہے، آپکو قطعاً آگاہی نہیں ہے...... یہ جاننے کے لئے کہ اُمید کے کتنے خزانے، یقین کے کتنے، آبشار صادر ہوتے ہیں اُس چھوٹے سے چھوٹے لفظ سے جو اُسکے لبوں سے سرگوشی کرتا ہے، اُس خفیف سی خفیف مُسکراہٹ سے جو اُسکے چہرہ پر رقص کرتی ہے، یہ جاننے کے لئے ضروری ہے کہ جمال کو اپنی آغوش میں لیا ہو...... مگر میں اِس فتحِ مُنتظر کو اور بھی طول دے رہا ہوں، جائیے، ابّا جان، آپ جائیے۔ ...... میں یہیں رہونگا، انتظار کرونگا، میں مسرّت آگیں لمحوں کو گزرتا دیکھونگا، یہانتک کہ میری جمال مسرّت کی ایک پُرزور چیخ سے مجھے کہہ سُنائے کہ محبّت نے قسمت کا فیصلہ پورا کیا......

(شہاب سُہیل کو گلے لگا کر آہستہ آہستہ چلا جاتا ہے)

منظرِ دوم

(مقام۔ وہی کمرہ جو کہ مجلسِ چہارم میں تھا۔ چاند اپنی نیلی روشنی سے منور کر رہا ہے۔ دائیں طرف شہاب بڑے مرمریں پلنگ پر بیٹھا ہے روحی پلنگ کے سرہانے چبوترے کی سیڑھیوں پر سرنگوں ہے۔)

شہاب۔ روحی گھڑیال بج رہا ہے اور جمال آرہی ہوگی...... میں نے اپنی بیکار زندگی قربان کردی ہے لیکن اسکے باوجود بھی میں نہیں چاہتا کہ اگر ممکن ہوسکے تو میری موت اُس دلدوز و معصوم محبت کو غم آشنا نہ کرے جس کی مثال دُنیا نے آج تک نہیں دیکھی۔ ...... مگر تم کانپ رہی ہو، تم رو رہی ہو، تم مجھ سے اپنے آنسوؤں سے متورم آنکھیں چھپا رہی ہو...... تم کیا دیکھ رہی ہو میری بچی جس سے تم اس درجہ خائف ہو؟......

روحی۔ آقا! میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ اِس آزمائش سے دست بردار

ہو جاؤ۔ ابھی وقت باقی ہے..... میری آنکھیں اُس کہر میں سے نہیں دیکھ سکتیں جو اُنہیں گھیرے ہوئے ہے..... ممکن ہے کہ وہ مُہلک ثابت ہو! میں اُسے دیکھ رہی ہوں! میں اُسے محسوس کر رہی ہوں۔ اور اتفاق نے ہم دونوں کی زندگیوں کو ایک بے بصارت و مُبتلائے محبت دوشیزہ کے حوالے کر دیا ہے..... میں مرنا نہیں چاہتی.... نکاسی کی اور بھی صورتیں ہیں..... میں نے ہمیشہ تمہاری اطاعت اس طرح کی ہے جس طرح کہ خود تمہارا خیال تمہارا مُطیع ہے...... مگر آج میں خوفزدہ ہوں اور تمہاری پیروی آئندہ نہیں کر سکتی ......تم خوب جانتے ہو کہ میری موت تمہاری موت کی صدائے بازگشت ہے..... اِسکو چھوڑ دو۔ ہم مُستقبل میں کہیں اور نظر دوڑائینگے اور ہم اب بھی خطرہ سے بچ سکتے ہیں......

شہاب۔ میں آخری آزمائش کو نہیں چھوڑ سکتا..... یہ اب تمہارا کام ہے کہ اُسے تباہی کی طرف رجوع نہ ہونے دو۔ یہ تمہارا کام ہے کہ اُس نامعلوم ہتھیار کو اپنے قبضے میں کر لو جسے جمال ہمارے خلاف اُٹھانے کی تیاری کر رہی ہے......

روحی۔ مگر مجھے اِس کا علم نہیں کہ میں کامیاب بھی ہونگی یا نہیں......
جمال کی قوت اس قدر شدید اور اس درجہ عمیق ہے کہ میرے ہاتھ سے بچ نکلتی ہے، میری آنکھوں سے بچ نکلتی ہے، قسمت سے بچ نکلتی ہے...... مجھے صرف گرتے ہوئے فولاد کی چمک نظر آتی ہے.... سائے میں سب کچھ دُھندلا نظر آتا ہے، اور میری اور تمہاری زندگی منحصر ہے میرے غیر مشّاق ہاتھ کی جُنبش پر......

شہاب۔ وہ وہاں ہے، مجھے اسکی آواز سُنائی دے رہی ہے، وہ دروازہ ٹٹول رہی ہے..... فرمانبردار اور خاموش رہو۔ میں بھی مُطیع ہوں۔ دیکھو اور عاجل و مضبوط رہو..... میں اپنی آنکھیں بند کرکے اپنی قسمت کا انتظار کرتا ہوں.......

روحی۔ (ہراساں ہوکر بدحواسی سے) آزمائش کو چھوڑ دو..... میں اِسکی تاب نہیں لاسکتی..... میں انکار کرتی ہوں..... میں اُڑ جانا چاہتی ہوں......

شہاب (تحکمانہ لہجہ میں) خاموش !......

(شہاب پلنگ پر دراز ہوجاتا ہے، اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے اور

ظاہر کرتا ہے کہ گویا سو رہا ہے۔ زوجی، اپنی سسکیوں سے مغلوب ہوکر چبوترہ کی سیڑھیوں پر نڈھال ہوکر گر پڑتی ہے۔ بائیں طرف، کمرہ میں سامنے ایک چھوٹا سا دروازہ کھلتا ہے اور نرگس جمال داخل ہوتی ہے، ایک لمبے چغہ میں ملبوس اور ہاتھ میں ایک شمع ہے۔ دو تین قدم چلکر رک جاتی ہے، زوجی اٹھتی ہے اور نظروں سے غائب ہوکر پلنگ کے پائینتوں دبیز پردوں کے پیچھے روپوش ہو جاتی ہے)۔

نرگس جمال (رکتے ہوئے، خوفزدہ، جھجکتے ہوئے اور کانپتے ہوئے) اب اور یہاں...... میں نے آخری قدم اٹھایا ہے...... اِس لمحہ تک، جسکو دقت اب تاخیر میں نہیں ڈال سکتا اور جو ایک ایسی بات کا مشاہدہ کرنے والا ہے جس کا داغ کبھی دھویا نہ جا سکیگا! اب تک جب کہ میں اس چھوٹے دروازہ پر آئی جو ابھی ابھی دو متضاد قسمتوں پر بند ہوا ہے، میں جانتی تھی، میں جانتی تھی کہ مجھے کیا کرنا ہے...... آہ میں نے خوب غور کیا تھا اور کتنا اچھا فیصلہ کیا تھا!...... اس طریقِ عمل کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں تھی، اور کوئی طریقہ تھا ہی

نہیں۔ یہ یقینی تھا، معقول تھا، کسی طرح ٹالے نہیں ٹل سکتا تھا۔.... مگر اب سب کچھ بدل گیا ہے اور میں ہر چیز کو بھول بیٹھی...... اور قوتیں بھی ہیں، اور آوازیں بھی ہیں، اور میں تنِ تنہا ہوں اُس سب کچھ کے خلاف جو مُذبذب رات میں اپنی آواز سُنا رہا ہے ......انصاف! تو کہاں ہے؟ عدل! مجھے کیا کرنا چاہیئے؟...... میں عمل کرونگی کیونکہ تیری یہی خواہش تھی...... تو نے مجھے قائل کر کے مجھے آگے بڑھنے پر مجبور کیا...... وہاں، ابھی ابھی ہزاروں ستاروں تلے جو دروازہ پر چمک رہے تھے اور جن سے تو نے التجا کی تھی کہ میری روح کو یقین دلائیں...... اُس وقت کوئی شُبہ نہیں تھا، اور وہ کُل یقین اُن سبکا جو سانس لیتے ہیں اور ان سبکا جو کانپتے ہیں اور ان سب کا جو محبّت کرتے ہیں اور جنہیں محبّت کرنے کا حق حاصل ہے، میرے دل کو منوّر کر رہا تھا...... مگر اب عمل کے وقت تو خود پیچھے ہٹ رہا ہے، تو اپنے آئین سے منحرف ہو رہا ہے اور مجھ سے کنارہ کر رہا ہے...... آہ۔ میں اس اکیلے کو شدّت سے محسوس کر رہی ہوں، جس طرح ایک اندھا غلام کسی نامعلوم آقا کے

سُپرد کر دیا گیا ہو...... میں یے دیکھے چلونگی..... مجھے کچھ بھی نظر نہیں آرہا، اور میں اپنی دیوانی آنکھیں اُسوقت تک پلنگ کی جانب نہیں اُٹھاؤنگی جب تک کہ وہ عمل..... (آہستہ آہستہ پلنگ کی جانب بڑھتی ہے) اب قسمت خود "ہاں" کہیگی ..... (شمع اُٹھاتی ہے، پلنگ کو دیکھتی ہے، شہاب سوتا نظر آتا ہے، اور مُتعجب سی ہوکر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتی ہے) وہ سو رہا ہے ...... یہ کیا بات ہے؟... میں نے قیاس سے یہ معلوم نہیں کیا تھا..... اس کی کبھی توقع ہو ہی نہیں سکتی تھی..... کیا مجھے اب بھی مُنتظر رہنا چاہیئے؟ ..... آہ، میں چاہتی ہوں کہ انتظار کروں ...... وہ گہری نیند سو رہا ہے..... تو اسکی یہ خواہش نہیں تھی؟..... لیکن اگر وہ سوتا نہ ہوتا تو میں یہ نہیں کر سکتی تھی...... وہ مجھکو نہتھا کر دیتا اور مجھے مغلوب کر لیتا ...... یہ یقیناً قسمت ہے، اچھی اور مُنصف قسمت جو اُسکو یوں میرے حوالے کر رہی ہے.... میں جو کہ کسی اشارہ کی مُتلاشی تھی ...... ہاں یہی اشارہ ہے...... اگر مجھے کسی اور چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے تو وہ چیز اور کیا ہوسکتی ہے؟..... لیکن چونکہ وہ سو رہا ہے اسلیئے

مجھے اس کا علم نہیں ہو سکتا۔... شاید اُسے میری حالت پر ترس آگیا ہو، شاید اُس نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور مجھے واپس جانے کا حکم دیگا۔ ...... وہ بے روح نہیں تھا، اور اکثر مواقعہ پر وہ پدرانہ شفقت سے باتیں کرتا تھا...... اُف! اگر وہ اُٹھ کھڑا ہوتا، اگر وہ یہاں میرے لئے اپنی آغوشِ وا کئے ہوتے ہوتا اس طرح کہ...... تو، تو میں ہمت سے کام لیتی اور اُسے پر غالب آجاتی ...... مگر ایک خفتہ آدمی! میرے جذبۂ حقارت کو یہ فنا کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا کہ کیا کرنا چاہئیے...... اور اس نیند کو جسے ایک لفظ ایسی نیند میں بدل سکتا ہے جس سے کوئی انسان یا مافوق الانسان پھر کبھی نہیں جگا سکتا!...... آہ! میں چاہتی ہوں کہ صرف ایک معافی کا لفظ ...... مگر نہیں، میں بہت بزدلی سے کام لے رہی ہوں...... یہ خوف ہے جو نکاسی کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے...... میں یہاں اور زیادہ سوچنے کے لئے نہیں آئی تھی ...... جو کچھ آپ نے کہا اور جو کچھ اُس نے کیا اس کے بعد شک و شبہ کی مطلق گنجائش نظر نہیں آتی...... میں صرف اپنی آواز سنونگی، اپنی قسمت کی آواز، جو

پکارے کہہ رہی ہے کہ مجھے ہم دونوں کو بچانا چاہیئے...... اگر میں غلطی پر ہوں تو اور بھی بنا ہی ہوگی...... میں راستی پر ہوں، میں راستی پر ہوں...... میری شمع، بجھ جا، میں نے دیکھ لیا ہے جو کچھ کہ مجھے دیکھنے کی ضرورت تھی (وہ شمع بجھا دیتی ہے، امر مریسٹر ہیوں پر اُسے رکھ دیتی ہے، خنجر کو، جسے اُس نے ابتک چھپا رکھا تھا، ہاتھ میں لیتی ہوئی اُٹھاتی ہے، ایک لمحہ کے لئے اُسے دیکھتی ہے) اب تیری باری ہے.... آہ! اگر تو وہ کر سکے جو میرا خیال، میرا تند جذبہ ترحم چاہتا ہے، اور وہ موت جو اس خنجر کی نوک پر چمک رہی ہے حقیقی موت نہ ہوتی، ناقابلِ تردید موت! ...... مگر بس! ...... وقت آ پہونچا...... جو کچھ کہنا تھا کہا جا چکا، جو کچھ کرنا تھا کیا جا چکا، میں وار کرتی ہوں! .....

(شہاب پر وار کرنے کیلئے وہ خنجر اُٹھاتی ہے۔ روحی، نظروں سے نہاں اسکی کلائی پکڑ لیتی ہے اور بغیر کسی ظاہرہ کوشش کے اسکے وار کو مفلوج کر دیتی ہے، اسی لمحہ شہاب اپنی آنکھیں کھول دیتا ہے مسکراتا ہے، اُٹھتا ہے، اور مسرت کی ایک جنبش کے ساتھ جمال کو شفقت سے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے)

شہاب- بہت خوب!..... جمال عالی مرتبت ہے اور جمال فاتح ہوئی..... اُس نے محبّت پر قائم رہکر قسمت پر فتح پائی، اور وہ تم ہی ہو، میری بچّی، جسے قسمت نے مُنتخب کیا ہے.....

نرگس جمال (ابھی تک معاملہ کو نہ سمجھتے ہوئے اور کشمکش کرتے ہوتے) نہیں نہیں، نہیں!..... میں اِسے گوارا نہیں کرسکتی.....آہ! اگرچہ میرا دل شکست قبول کرچکا ہے مگر مجھ میں ہمّت باقی ہے..... اور میرے پاس اپنی ساری زندگی باقی ہے، اگر طاقت باقی نہیں ہے تو نہ سہی۔ کبھی نہیں، نہیں کبھی نہیں، جب تک میرے تن میں روح ہے۔......

شہاب- میری طرف دیکھو جمال..... میں تمہارے ہاتھ کو اس کی گُم کردہ طاقت واپس دے رہا ہوں، وہ ہاتھ جو تم نے محبّت کے تحفّظ میں اُٹھایا تھا..... میں اُس میں اُس خنجر کو بھی چھوڑتا ہوں جس سے مجھ پر وار کرنے کی کوشش، سعیٔ صادق، کی گئی تھی..... اُس لمحہ تک کسی چیز کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اب ہر چیز واضح ہو گئی ہے، منوّر اور یقینی..... میری طرف دیکھو جمال، اور میرے لبوں سے

اب خوفزدہ نہ ہو...... وہ تمہاری پیشانی کے جویا ہیں تاکہ اُسے وہ بوسہ ثبت کریں جو ایک باپ اپنی بیٹی کی پیشانی پر ثبت کرتا ہے....

نرگس جمال۔ یہ کیا معاملہ ہے، اور تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے؟ میں نہیں سمجھ سکی...... ہاں میں تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہی ہوں کہ تم مجھ سے اس طرح محبّت کرتے نظر آتے ہو جس طرح کوئی اپنی بچّی سے محبّت کرتا ہے...... تو میں غلطی پر تھی اور چاہتی تھی کہ خنجر......؟

شہاب۔ نہیں تم حق پر تھیں۔ اگر تم وہ نہ کرتیں جو تم کرنے والی تھیں تو تم وہ نہ ہوتیں جس کی محبّت مُتقاضی ہے۔

نرگس جمال۔ مجھے نہیں معلوم، میں خواب دیکھ رہی ہوں...... مگر چونکہ وہ قابلِ نفریں چیز نہیں ہے اِس لئے میں خود کو خواب کے حوالے کرتی ہوں........

شہاب۔ ہاں یہ صحیح ہے، میری جمال، میں تمہاری مسرّت آمیز حیرت سے لُطف اندوز ہونے کا مُتمنی ہوں، تمہاری نظروں کا تعاقب کرنے کا خواہشمند ہوں جو اپنے استعجابی انتشار میں مجھے اسد جیسے حسین نظر آرہی ہیں، جن میں اعتماد کا نور بھر رہا ہے، اور جو نہیں جانتیں کہ

اپنے پرِ پرواز کو کہاں آسودہ کریں اُن سمندری پرندوں کی طرح جو ساحل سے بھٹک گئے ہوں...... میں اُس مسرت میں سے اپنا حصّہ لے رہا ہوں جو خود میں نے دی ہے...... میں اور کچھ نہیں لونگا...... مگر تم پریشان مت ہو، ہم دونوں قسمت کے رازوں میں اِکٹھے داخل ہونگے۔ اور جب سُہیل......

نرگس جمال۔ وہ کہاں ہے؟

شہاب۔ اچھا اِس نام نے تمہیں چونکا دیا۔ اور دیکھو، فصل میں کھوئی ہوئی نظروں نے ساحل دیکھ لیا ہے...... سُنو اب مجھے اسکی آواز سنائی دے رہی ہے...... تمہارا دل، بغیر ہمارے جانے ہوئے، اُس سے یہ کہنے گیا تھا کہ تم اُس سے محبت کرتی ہو اُس حد تک جس سے آگے محبت نہیں بڑھ سکتی...... وہ جلدی جلدی آرہا ہے، لو وہ آگیا......

(دروازہ کھُلتا ہے۔ سُہیل داخل ہوتا ہے اور اُسکے پیچھے پیچھے روحی نگاہوں سے پنہاں داخل ہوتی ہے۔)

سُہیل۔ ابّا جان!...... یہ میری ہے......

شہاب - بیٹا! یہ فتحمندی ہی قسمت اسکو تمہارے حوالہ کر رہی ہے......

سُہیل (نرگس جمال کو اپنی آغوش میں لیکر دیوانہ وار بوسوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے۔) ہاں سب مجھے معلوم تھا اور مجھے اِس کا یقین تھا...... جمال، میری جمال! ...... میں یہ نہیں پوچھ رہا کہ تم نے قسمت کو شکست دینے کے لئے کیا کیا تدبیریں کی ہونگی ...... مجھے ابھی کچھ بھی معلوم نہیں، لیکن وہ سب کچھ جان جاتے ہیں، جو اس نوع کی محبّت کرتے ہیں جیسی کہ ہماری ہے۔ اور میں اُس نئی صداقت کا خیر مقدم کرتا ہوں جو تمہارے دل کے پہلے ہی لمس پر رُونما ہوگئی ہوگی ...... آہ! ابّا جان، ابّا جان، میں نے آپ سے کہا تھا، میں نے آپ سے کہدیا تھا! ...... مگر اسکے سمجھنے سے یہ قاصر ہے کہ میں آپکے گلے کیوں لگ رہا ہوں ...... یہ سچ ہے، میں بہت جلد بازی سے کام لے رہا ہوں ..... یہاں آؤ جمال، تاکہ میں تم دونوں کو اپنی آغوش میں یکجا کر دوں۔ ہمارے ساتھ ایک ایسا دشمن تھا جو ہم سے محبّت کرتا ہے، وہ ہمیں تکلیفیں پہنچانے کے لئے مجبور تھا اور وہ شفیق دشمن میرا باپ تھا، جسے میں مُردہ سمجھتا تھا۔ یہ ہیں میرے والد، جنہیں میں نے دوبارہ پایا ہے، جو

صرف ایک تبسّم کے منتظر ہیں تاکہ تمہیں بھی گلے لگائیں..... آہ! اپنا منہ مت پھیرو، مجھے اُن نظروں سے مت دیکھو جو حقارت سے بوجھل ہو چلی ہیں...... میں نے تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی ہے...... مجھے آج ہی اس کا علم ہوا ہے، آج شام کو اُس لمحہ جب کہ تم مجھ سے جُدا ہوئی تھیں۔ اور جونہی مجھے اس کا علم ہوا مجھے تم سے دُور رہنا پڑا تاکہ میں اپنے دل کی بات تم پر ظاہر نہ کر دوں کیونکہ ہماری کُل مسرّت کا دارومدار، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اسی آخری راز پر تھا۔ اور جب ایک رازِ محبّت کے حوالہ کر دیا جاتا ہے تو یہ بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کسی فانوسِ بلوریں میں شمعِ درخشاں مستور کی جائے..... میری آنکھیں، میرے ہاتھ، صرف میرے سایہ ہی کو دیکھ کر تم سب کچھ معلوم کر لیتیں، اور میں تمہیں اپنی مسرّت نہیں دکھا سکتا تھا...... تمہیں اس بڑی آزمائش کے اختتام تک اس سے واقف نہیں ہونا تھا...... یہ ضروری تھا کہ تم ایک ناممکن فعل کی مُرتکب ہو...... وہ فعل کیا تھا اب مجھے نہیں معلوم۔ مگر اب میں خواہ کتنا ہی ہنسوں، مجھے تسلیم ہم

کرنا پڑا۔ مجھے انتظار کرنا پڑا اور صبر سے وہ گھڑیاں گنتی پڑیں جنہوں نے ہمارے دوبے صبر جذبوں کو جُدا کر رکھا تھا...... مگر اب میں سیماب وار ہوں، ہمہ تن گوش ہوں اور جاننا چاہتا ہوں...... بولو، بولو، میں منتظرِ صدا ہوں......

نرگس جمال۔ چونکہ تم خوش ہو اس لئے میں بھی خوش ہوں...... میں اور کچھ نہیں جانتی...... میں ایک بھیانک اور ناقابلِ فہم خواب سے ابھی ابھی بمشکل جاگی ہوں......

شہاب۔ ہاں، میری غریب جمال، خواب بھیانک تھا۔ مگر اب وہ ہر مصیبت اُٹھا چکا ہے اور آزمائش ختم ہو چکی ہے اور ایک ایسی مسرت قائم کر گئی ہے جسے کسی چیز کا اب خدشہ نہیں، سوائے اُس دشمن کے جو ہر انسان کی گھات میں لگا رہتا ہے......

سُہیل۔ مگر جب سب کچھ کہا جا چکا تو یہ بتائیے کہ وہ خوفناک آزمائش آخر کیا تھی؟......

شہاب۔ جمال تمہیں اُن پہلے ہی برسوں میں کہہ سنائیگی جو سب پریشانیوں سے آزاد ہوگا۔ اور جن کا تبادلہ تم اس فتح کے بعد کروگے

میرے کمزور الفاظ سے زیادہ اچھی طرح وہ اُس پر پردہ ڈھنک سکینگے جو اس آزمائش میں ناقابلِ معافی نظر آتا ہے…… آزمائش خطرناک تھی اور تقریباً ناممکن الفتح…… جمال ایک بالکل ہی جُداگانہ راستہ اختیار کر سکتی تھی…… وہ شکست قبول کر لیتی، خود کو بھینٹ چڑھا دیتی، اپنی محبّت کو قربان کر دیتی، غم کھاتی، اور نہ معلوم کیا کیا کرتی…… مگر پھر یہ وہ جمال نہ ہوتی جس کی کہ توقع تھی…… قسمت نے صرف ایک راہ کھولی تھی، اس نے اُسے اختیار کر لیا، آخیر تک اُس پر ثابت قدمی سے چلتی رہی اور اپنی زندگی کے تحفّظ میں تمہاری جان بھی بچا لی……

نرگس جمال۔ تو یہ فیصلہ شُدہ ہے کہ محبّت ہر چیز پر کاری ضرب لگاتی ہے اور اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتی ہے جو اسکے راستہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتی ہے؟……

شہاب۔ نہیں، جمال، مجھے نہیں معلوم…… اُن چھوٹے چھوٹے پُرزوں سے جنہیں ہم نے اُس تاریکی میں چُن لیا ہے جو ہمارے خیالات کو احاطہ کئے ہوئے ہی ہمیں قوانین مرتب و مُعیّن نہیں کرنے چاہئیں……

....مگر وہاں وہ عورت جسے وہ کرنا تھا جو کہ تم کرنے کے لئے آمادہ تھیں،
وہ تھی جسے قسمت نے میرے بچّہ کے لئے چھانٹا......اِس لئے یہ
لکھا جا چکا تھا، تمہارے اور صرف تمہارے لئے؛ اور شاید اُن کے
لئے بھی جو تم سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں، کہ اُنہیں اُس محبّت پر حق
حاصل ہے جس کی جانب قسمت اُنہیں اشارہ کرتی ہے، اور یہ کہ
اس محبّت کے لئے ضروری امر ہے کہ نامُنصفی کو شکست دے
......میں نے تمہارا انتخاب نہیں کیا، یہ قسمت ہے جس نے تمہیں
پسند کیا؛ لیکن میں خوشی سے پھُولا نہیں سماتا کہ اِس نے اسطرح
تمہیں اور عورتوں میں سے چُن لیا.......

نرگسِ جمال۔ ابّا جان!......میں اب بھی کانپ اُٹھتی ہوں جب
اُس خنجر کو دیکھتی ہوں جو ایک لمحہ کے لئے......مجھے معاف کر دیجئے
ابّا جان۔ میں آپ سے محبّت تو کرتی تھی ہی......

شہاب۔ اب تو یہ مَیں ہوں کہ تم سے ایک معاف کرنے والے
ہاتھ کا سوالی ہوں.......

نرگسِ جمال۔ نہیں، نہیں، یہ معاف کرنے والے سرد ہاتھ نہیں ہیں...

.....یہ وہ ہاتھ ہیں جو محبت کرتے ہیں، پرستش کرتے ہیں اور شکر گزار ہو رہے ہیں......مجھے اب معلوم ہو گیا کہ باوجود جذبۂ نفرت کے میں آپ سے نفرت کیوں نہیں کر سکتی تھی......آپ نے جو کچھ کیا وہ اُس سے کہیں زیادہ مشکل تھا جو کہ میں نے کیا، کیونکہ وہ ظالمانہ تھا، اور جب میں غور کرتی ہوں اُس پر جو کچھ کہ اب تک ہوا ہے، تو وہ آپ ہیں، وہ آپ ہیں، ابّا جان، جنہوں نے سب سے زیادہ سخت اور شدید ترین آزمائش کی صعوبت برداشت کی......

شہاب۔ نہیں، سب سے زیادہ شدید اُن میں شامل نہیں تھی جو تمہارے علم میں ہیں......وہ اِس دل کا راز بنی رہیگی جو تم دونوں سے محبت کرتا ہے اور تم کو اپنے میں یکجا کرتا ہے، اور جو اِس عمیق ترین راز کو مسرت میں بدلنے کے لئے میرے دونوں بچوں سے اُن کے ایک لمحۂ مسرت کا اور شاید ایک ایسے بوسے کا متمنی ہے جو اُن بوسوں سے کچھ طویل ہو جو بالعموم بڈھوں کو دئے جاتے ہیں، اُن بڈھوں کو جن کا وقت اِس دُنیا میں بہت کم رہ گیا ہو......

سُہیل۔ (شہاب کی آغوش میں گرتے ہوئے) ابّا جان!......

نرگس جمال۔ (شہاب کے گلے سے لگتے ہوئے) میرے بھی آبا جان!......

روحی (تینوں چمٹی ہوئی ہستیوں میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے) مجھے کوئی نہیں دیکھتا، اور نہ مجھے میرا حصۂ محبت دینے کا بھی کسی کو خیال نہیں آتا۔ محبّت جو میرے پنہاں ہاتھوں نے دِنوں اور برسوں کے کنجوس ہاتھوں میں سے جھپٹی......

شہاب۔ (مسکراکر) میں تمہیں دیکھ رہا ہوں، روحی! تم ہم تینوں سے محبّت کرتی ہو، مگر اِن بوسوں میں سے جو تم ہمیں دو گی ایک زیادہ پُرشوق بوسہ جمال کو دیا جانا چاہیئے...... جاؤ، اُسے بوسہ دو۔ آزمائش ختم ہو چکی اور میرے بوڑھے دل میں بھی کشمکش سرد پڑ گئی...... تھوڑی دیر بعد ہم اُس سے دُور ہونگے اور کُل محبّت سے دُور......

(روحی جمال کو بوسہ دیتی ہے، طویل اور آہستہ آہستہ)

نرگس جمال۔ آپ کیا کر رہے ہیں، ابّا جان! اور آپ کِس سے باتیں کر رہے ہیں؟...... ایسا معلوم ہوتا ہی جیسے پھول جنہیں میں جمع نہیں

کر سکتی، ہلکے ہلکے میری پیشانی اور میرے لبوں کو چوم رہے ہیں......

شہاب۔ ان سے اجتناب نہ کرو، وہ غم آگیں اور پاکیزہ ہیں...... وہ میری پاکیزہ روحی ہے جو انہیں تم پر نچھاور کر رہی ہے! وہ میری پنہاں بیٹی ہے، جزیرے کی نیک پری، جس نے تمہیں اور سہیل کو پایا اور تمہاری محافظت کی..... وہ تمہاری عظیم الشان محبّت میں آخری دفعہ شامل ہونا چاہتی ہے، اور اُس محبّت کے ایک حصّہ کی طالب ہے، جو اسی کی طرح عاقلانہ اور دُور اندیش ہے، جس کی ادائیگی ہم پر واجب ہے.......

نرگس جمال۔ وہ کہاں ہے؟...... مجھے تو اپنے قریب سوائے آپ کے اور سہیل کے اور کوئی نظر نہیں آتا......

شہاب۔ تو کیا تم یہ سمجھتی ہو، میری بچّی، کہ ہم اُس سب کچھ کو دیکھ سکتے ہیں جو ہماری زندگیوں کی تہہ میں آسودہ ہے؟..... بیچاری روحی کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آنا...... وہ اب تمہیں ایک وداعی بوسہ دے رہی ہے، اس سے پیشتر کہ میرے ساتھ اُن علاقوں میں روپوش ہو جائے جہاں میری قسمت

چاہتی ہے کہ میرا نوشتہ تقدیر پورا ہو........

سُہیل۔ آپ کے ساتھ روپوش ہونے کے لئے؟......ابّا جان، میری سمجھ میں نہیں آیا......

شہاب۔ ہمیں اُن سے پُوچھ گچھ نہیں کرنی چاہیئے جنہیں اور کچھ کہنا نہ ہو.....ہر بات کا فیصلہ ہو چُکا ہے......نامعلوم دیوتاؤں کا شُکر ہے کہ میں اُن دو دِلوں کو مسرّت آشنا کرنے میں کامیاب ہو گیا جو میرے محبوب ترین تھے۔ لیکن میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا اور نہ تم ہی میری راحت کے لئے کچھ کر سکتے ہو.... میں اپنی قسمت کی جانب جا رہا ہوں، اور میں خاموشی سے جا رہا ہوں تاکہ اِس مُتبسّم ساعت کو افسُردہ نہ کروں جو صرف تمہارے لئے مخصوص ہے......مجھے معلوم ہے کہ وہاں کیا ہونے والا ہے، لیکن میں پھر بھی وہاں جا رہا ہوں۔.......

نرگس جمال۔ نہیں، نہیں، نہیں، نہیں، ابّا جان، آپ وہاں نہیں جائینگے.....ہم آپ کے ساتھ ساتھ ہیں اور اگر کوئی خطرہ، جسے ہم نہیں دیکھ سکیں گے، آپکی ضعیفی کے لئے مُہلک ثابت ہوگا تو ہم

کم از کم اس کے خوف ہی کو کم کرنے کی کوشش کرینگے ...... جب ایک مُصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تین ہستیاں ہوں اور وہ تینوں آپس میں محبّت رکھتی ہوں، تو وہ مُصیبت "محبّت کے بوجھ" میں تبدیل ہو جائیگی جسے ہم خوشی خوشی جھیل لیں گے ......

شہاب۔ افسوس! نہیں، میری جمال۔ یہ سب بیکار ثابت ہوگا۔ ...... دیوتاؤں سے میری التجا ہے کہ اِنسان صرف مُلائم مصیبتوں ہی میں مُبتلا ہوا کریں، جیسی کہ تمہاری تھیں ...... لیکن زندگی کے سب پوشیدہ مقاصد اِس درجہ واضح اور اچھے نہیں ہوتے ...... نوشتۂ تقدیر کے بارے میں ہم بے سود قیاس آرائیاں کرتے ہیں ...... میں ابھی یہاں ہوں، اُن کی آغوش میں جو مجھ سے محبّت کرتے ہیں ...... میری صعوبت کا دن آج کا دن نہیں ہے ...... ہمیں اِس ساعت سے لُطف اندوز ہونا چاہیئے! اِس حزنِ شیریں میں جو بڑی بڑی مسرّتوں کے جلو میں ہوتا ہے، اپنی محبّت کی گھڑیوں پر کان لگا کر! گزرتی اور گریز پا گھڑیاں جو ایک ایک کرکے شب کی اُس مضمحل شعاعِ نور

ہیں رُوپوش ہوتی جاتی ہیں، جس میں ہم عظیم تر مسرّت کی آرزو لئے ہم آغوش ہوتے ہیں......اِس کے علاوہ جو کچھ باقی ہے وہ انسان کے قبضۂ قُدرت سے خارج ہے......

پردۂ اختتامیہ